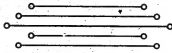


تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست



- | | | | |
|-----|---|-----|---|
| ۴۶۵ | • تذکرہ نوح علیہ السلام | ۴۲۴ | • تصدیق نبوت کے لیے اہتمام شراکت |
| ۴۶۵ | • ہود علیہ السلام اور ان کی قوم | ۴۲۷ | • فیصلوں کا دین |
| ۴۶۷ | • موسیٰ بنات بھی ہے اثر | ۴۲۹ | • شکایت نبوی ﷺ |
| ۴۶۸ | • صالح علیہ السلام اور قوم ثمود | ۴۳۰ | • قرآن حکیم مختلف اوقات میں کیوں اترتا؟ |
| ۴۶۹ | • صالح علیہ السلام کی باقی قوم | ۴۳۱ | • انبیاء سے دشمنی کا خمیازہ |
| ۴۷۱ | • لوط علیہ السلام اور ان کی قوم | ۴۳۳ | • انبیاء کا مذاق |
| ۴۷۱ | • ہم جنس پرستی کا شکار | ۴۳۳ | • اگر وہ چاہے تو رات دن میں نہ بدلے |
| ۴۷۲ | • شعیب علیہ السلام | ۴۳۵ | • التبیان کل عالم علیہ السلام |
| ۴۷۳ | • ڈنڈی مار قوم | ۴۳۷ | • آپائی گمراہی |
| ۴۷۳ | • مشرکین کی وہی حقیقتیں | ۴۳۹ | • اللہ تعالیٰ کی رفعت و عظمت |
| ۴۷۵ | • مبارک کتاب | ۴۴۰ | • مومنوں کا کردار |
| ۴۷۵ | • بشارت و تصدیق یافتہ کتاب | ۴۴۲ | • سب سے بڑا گناہ؟ |
| ۴۷۶ | • کفر و انکار | ۴۴۵ | • عباد الرحمن کے اوصاف |
| ۴۷۷ | • یہ کتاب عزیز | ۴۴۷ | • مومنوں کے اعمال اور اللہ تعالیٰ کے انعامات |
| ۴۷۸ | • تحقیق سزا لوگوں سے الگ ہو جاؤ | ۴۴۸ | • تعارف قرآن حکیم |
| ۴۸۲ | • شیاطین اور جادوگر | ۴۵۰ | • موسیٰ علیہ السلام اور اللہ جل شانہ کے مکالمات |
| ۴۸۷ | • آگ لینے گئے زمرہ رسالت مل گئی | ۴۵۳ | • فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا مباحثہ |
| ۴۸۹ | • حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام پر خصوصی انعامات | ۴۵۴ | • مناظرہ کے بعد مقابلہ |
| ۴۹۲ | • بد مذہبی غیر حاضری | ۴۵۵ | • جرات و ہمت والے کامل ایمان لوگ |
| ۴۹۴ | • تحقیق شروع ہو گئی | ۴۵۷ | • فرعونوں کا انجام |
| ۴۹۵ | • بلقیس کو خط ملا | ۴۵۸ | • فرعون اور اس کا لشکر غرق دریا ہو گیا |
| ۴۹۷ | • بلقیس کو دوبارہ پیغام نبوت ملا | ۴۵۹ | • ابراہیم علیہ السلام علامت توحید پرستی |
| ۴۹۹ | • بلقیس کا تخت آنے کے بعد | ۴۶۱ | • حکم سے کیا مراد ہے؟ |
| ۵۰۱ | • صالح علیہ السلام کی ضدی قوم | ۴۶۲ | • نیک لوگ اور جنت |
| ۵۰۲ | • اونٹنی کو مار ڈالا | ۴۶۴ | • بت پرستی کا آغاز |
| ۵۰۴ | • ہم جنسوں سے جنسی تعلق (نتیجہ ایڈز) | ۴۶۴ | • ہدایت طبقاتی عصبيت سے پاک ہے |

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا
 الْمَلَكُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا
 عُتُوًّا كَبِيرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ
 لِلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حَجْرًا مَّحْجُورًا ۝ وَقَدْ مَنَّ اللَّهُ
 عَلَىٰ الْمُنَافِقِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ الدِّينِ بِوَعْدِهِمْ
 فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا ۝ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ
 يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ۝

جنہیں ہماری ملاقات کی توقع نہیں انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے؟ یا ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیتے؟ ان لوگوں نے اپنے
 تئیں آپ ہی بہت بڑا کجھڑکھا ہے اور سخت سرکشی کر لی ہے ○ جس دن یہ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن ان نگاہداروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے کہ یہ محروم
 ہی محروم کئے گئے ○ انہوں نے جو جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں پرانگندہ ذروں کی طرف کر دیا ○ البتہ اس دن جنتیوں کا ٹھکانا بھی
 بہت بہتر ہوگا اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی ○

تصدیق نبوت کے لئے احقانہ شرائط: ☆ ☆ (آیت ۲۱-۲۳) کافر لوگ انکار نبوت کا ایک بہانہ یہ بھی بناتے تھے کہ اگر اللہ کو کوئی
 رسول بھیجتا ہی تھا تو کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیجا؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ وہ ایک بہانہ یہ بھی کرتے تھے کہ لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ
 مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ یعنی جب تک خود ہمیں وہ دیا جائے جو رسولوں کو دیا گیا ہے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح
 نبیوں کے پاس اللہ کی طرف سے فرشتہ وحی لے کر آتا ہے ہمارے پاس بھی آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا مطالبہ یہ ہو کہ فرشتوں کو دیکھ
 لیں۔ خود فرشتے آ کر ہمیں سمجھائیں اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تصدیق کریں تو ہم آپ کو نبی مان لیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ
 کفار نے کہا اَوْ تَأْتِيَنَا بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا یعنی تو اللہ کو لے آ فرشتوں کو بخش نفیس ہمارے پاس لے آ۔ اس کی پوری تفسیر سورہ سبحان
 میں گزر چکی ہے۔ یہاں بھی ان کا یہی مطالبہ بیان ہوا ہے کہ یا تو ہمارے اوپر فرشتے اتریں یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں۔ یہ بات اس لئے ان
 کے منہ سے نکلی کہ یہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگے تھے اور ان کا غرور حد سے بڑھ گیا تھا۔ ان کی ایمان لانے کی نیت نہ تھی۔ یہاں بھی ان کا
 یہی مطالبہ بیان ہوا ہے کہ یا تو ہمارے اوپر فرشتے اتریں یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں۔ جیسے فرمان ہے وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَاهُ إِلَّا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ الْخَ
 آگر ہم ان پر فرشتوں کو بھی اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اس وقت کی اور بھی تمام چیزیں ہم ان کے سامنے کر دیتے جب بھی انہیں
 ایمان لاتا نصیب نہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو یہ دیکھیں گے لیکن اس وقت ان کے لئے ان کا دیکھنا کچھ سودمند نہ ہوگا۔ اس سے مراد سکرات موت کا
 وقت ہے جب کہ فرشتے کافروں کے پاس آتے ہیں اور اللہ کے غضب اور جہنم کی آگ کی خبر انہیں سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے غیث
 نفس تو غیث اور ناپاک جسم میں تھا اب گرم ہواؤں گرم پانی اور نامبارک سایوں کی طرف چل۔ وہ نکلنے سے کتراتے ہیں اور بدن میں چھپتی
 پھرتی ہے اس پر فرشتے ان کے چہروں پر اور ان کی کمروں پر ضرر میں مارتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ
 الْمَوْتِ الْخ یعنی کاش کہ تو ظالموں کو ان کی سکرات کے وقت دیکھتا جب کہ فرشتے انہیں مارنے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے اور

کہہ رہے ہوں گے کہ اپنی جائیں نکالو! آج تمہیں ذلت کے عذاب پہنچنے پر ہیں گے۔ کیونکہ تم اللہ تعالیٰ سے متعلق ناحق الزامات ترشتے تھے۔ اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ مومنوں کا حال ان کے بالکل برعکس ہوگا وہ اپنی موت کے وقت خوشخبریاں سنائے جاتے ہیں اور ابدی مسرتوں کی بشارتیں دیئے جاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ الْاَحَدُ جنہوں نے اللہ کو اپنا رب کہا اور مانا پھر اس پر چھے رہے ان کے پاس ہمارے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو! ان جنّتوں میں جانے کی خوش منازحتیں کا تمہیں وعدہ دیا جاتا رہا۔ تم ہمارے والی ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تم جو کچھ چاہو گے پاؤ گے اور جس چیز کی خواہش کرو گے موجود ہو جائے گی بخشے والے مہربان اللہ کی طرف سے یہ تمہاری میزبانی ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے کہ فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور رحمت کی طرف چل جو تجھ سے ناراض نہیں۔ سورہ ابراہیم کی آیت يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ اِرْجُ الْفَسَادَ میں یہ سب حدیثیں مفصل بیان ہو چکی ہیں۔

بعض نے کہا ہے 'مرا داس سے قیامت کے دن فرشتوں کا دیکھنا ہو سکتا ہے کہ دونوں موقعوں پر فرشتوں کا دیکھنا مراد ہو اس میں ایک قول کی دوسرے قول سے نفی نہیں کیونکہ دونوں موقعوں پر ہر نیک و بد فرشتوں کو دیکھیں گے' مومنوں کو رحمت و رضوان کی خوشخبری کے ساتھ فرشتوں کا دیدار ہوگا اور کافروں کو لعنت و پھٹکار اور عذابوں کی خبروں کے ساتھ فرشتے اس وقت ان کافروں سے صاف کہہ دیں گے کہ اب فلاح و بہبود تم پر حرام ہے۔ حَجَرٌ کے لفظی معنی روک ہیں چنانچہ قاضی جب کسی کو اس کی مفلسی یا محنت یا بچپن کی وجہ سے مال کے تصرف سے روک دے تو کہتے ہیں حَجَرَ الْقَاضِي عَلٰی فُلَانٍ۔ عظیم کو بھی جبر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ طواف کرنے والوں کو اپنے اندر طواف کرنے سے روک دیتا ہے بلکہ اس کے باہر سے طواف کیا جاتا ہے۔ عقل کو بھی عربی میں جبر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی انسانوں کو برے کاموں سے روک دیتی ہے۔ پس فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ جو خوش خبریاں مومنوں کو اس وقت ملتی ہیں اس سے تم محروم ہو۔ یہ معنی تو اس بنا پر ہیں کہ اس جملے کو فرشتوں کا قول کہا جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مقولہ اس وقت کافروں کا ہوگا وہ فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ اللہ کرے تم ہم سے آڑ میں رہو! تمہیں ہمارے پاس آنا نہ ملے۔ گو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں لیکن دور کے معنی ہیں۔ بالخصوص اس وقت کہ جب اس کے خلاف وہ تفسیر جو ہم نے اوپر بیان کی اور سلف سے مروی ہے۔ البتہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک قول ایسا مروی ہے لیکن انہی سے صراحت کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ یہ قول فرشتوں کا ہوگا واللہ اعلم۔ پھر قیامت کے دن اعمال کے حساب کے وقت ان کے اعمال عارت اور اکارت ہو جائیں گے۔ یہ جنہیں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھے وہ بیکار ہو جائیں گے کیونکہ یا تو وہ خلوص والے نہ تھے یا سنت کے مطابق نہ تھے۔ اور جو عمل ان دونوں سے یا ان میں سے ایک چیز سے خالی ہو وہ اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ اس لئے کافروں کے نیک اعمال بھی مردود ہیں۔ ہم نے ان کے اعمال کا ملاحظہ کیا اور ان کا کوشل بکھرے ہوئے ذروں کے گرد یا کہ وہ سورج کی شعاعیں جو کسی سوراخ میں سے آ رہی ہوں ان میں نظر تو آتے ہیں لیکن کوئی انہیں پکڑ نہ چاہے تو ہاتھ نہیں آتے۔ جس طرح پانی جو زمین پر بہا دیا جائے وہ پھر ہاتھ نہیں آ سکتا یا غبار جو ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ یا درختوں کے پتوں کا چوراہو جو میں بکھر گیا ہو یا راکھ اور خاک جو اڑتی پھرتی ہو۔ اسی طرح ان کے اعمال ہیں جو محض بیکار ہو گئے۔ ان کا کوئی ثواب ان کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ اس لئے کہ یا تو ان میں خلوص نہ تھا یا شریعت کی مطابقت نہ تھی یا دونوں وصف نہ تھے۔ پس جب یہ عالم و عادل حاکم حقیقی کے سامنے پیش ہوئے تو محض نیکے ثابت ہوئے اسی لئے اسے ردی اور نہ ہاتھ لگنے والی چیز سے تشبیہ دی گئی۔ جیسے اور جگہ ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهٖ الرِّيحُ اِلٰخ کافروں کے اعمال کی مثال راکھ جیسی ہے جسے تیز ہوا اڑا

دے۔ انسان کی نیکیاں بعض بدیوں سے بھی ضائع ہو جاتی ہیں جیسے مددِ خیرات کردہ احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع ہو جاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالسَّخِ وَالْأَذَىٰ** پس ان کے اعمال میں سے آج یہ کسی عمل پر قادر نہیں اور آیت میں ان کے اعمال کی مثال اس ریت کے نیلے سے دی گئی جو دود سے مثل دریا کے لہریں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے جسے دیکھ کر پیاسا آدمی پانی سمجھتا ہے لیکن پاس آتا ہے تو امید ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کی تفسیر بھی اللہ کے فضل سے گزر چکی ہے۔

پھر فرمایا کہ ان کے مقابلے میں جنتیوں کی بھی سن لو کیونکہ یہ دونوں فریق برابر کے نہیں۔ جنتی تو بلند درجوں میں اعلیٰ بالا خانوں میں امن و امان و راحت و آرام کے ساتھ عیش و عشرت میں ہوں گے۔ مقام اچھا منظور و پسند ہر راحت موجود ہر دل خوش کن چیز سامنے جگہ اچھی مکان طیب منزل مبارک سونے پیٹنے رہنے سہنے کا آرام برخلاف اس کے جہنمی دوزخ کے نیچے کے طبقات میں جکڑ بند اور نیچے دائیں بائیں آگ حسرت افسوس رنج غم چمکتا جلنا بے قرار جگر سوز مقام بد بری منزل خوفناک منظر عذاب سخت۔ نیک لوگوں کے جن کے دل میں ایمان تھا اعمال مقبول ہوئے اچھی جزائیں دی گئیں بدلے ملے۔ جہنم سے نیچے جنت کے وارث و مالک بنے۔ پس یہ جو تمام بھلائیوں کو سمیٹ بیٹھے اور جو ہر نیکی سے محروم رہے، کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ پس نیکیوں کی سعادت بیان فرما کر بدوں کی شقاوت پر تنبیہ کر دی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی ساعت ایسی بھی ہوگی کہ جنتی اپنی حوروں کے ساتھ دن دوپہر کو آرام فرمائیں اور جہنمی شیطانوں کے ساتھ جکڑے ہوئے دوپہر کو گھبرا سکیں۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ آدمیوں میں بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ پس جنتیوں کے لئے دوپہر کے سونے کا وقت جنت میں ہوگا اور دوزخیوں کا جہنم میں۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ کس وقت جنتی جنت میں جائیں گے اور جہنمی جہنم میں۔ یہ وہ وقت ہوگا جب یہاں دنیا میں دوپہر کا وقت ہوتا ہے کہ لوگ اپنے گھر کو دو گھڑی آرام حاصل کرنے کی غرض سے لوٹتے ہیں۔ جنتیوں کا یہ قیلولہ جنت میں ہوگا۔ پھل کی کچی انہیں پیٹ بھر کر کھلائی جائے گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ دن آدھا ہوا اس سے بھی پہلے جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں قیلولہ کریں گے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی اور آیت **ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ** لَا إِلَىٰ الْحَجِيمِ بھی پڑھی۔ جنت میں جانے والے صرف ایک مرتبہ جناب باری کے سامنے پیش ہوں گے یہی آسانی سے حساب لینا ہے۔ پھر یہ جنت میں جا کر دوپہر کا آرام کریں گے۔ جیسے فرمان اللہ ہے **فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا** یعنی جس شخص کو اپنا عمل نامہ داھنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس سے بہت آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے والوں کی طرف خوش خوشی لوٹے گا۔ اس کا قیام اور منزل بہتر ہے۔

صفوان بن محرز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دو شخصوں کو لایا جائے گا۔ ایک تو وہ جو ساری دنیا کا بادشاہ تھا۔ اس سے حساب لیا جائے گا تو اس کی پوری عمر میں ایک نیکی بھی نہ نکلے گی۔ پس اسے جہنم کے داخلے کا حکم ملے گا۔ پھر دوسرا شخص آئے گا جس نے ایک کھل میں دنیا گزاری تھی۔ جب اس سے حساب لیا جائے گا تو یہ کہے گا کہ اے اللہ میرے پاس دنیا میں تھا ہی کیا جس کا حساب لیا جائے گا؟ اللہ فرمائے گا۔ یہ سچا ہے اسے چھوڑ دو۔ اسے جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر کچھ عرصے کے بعد دونوں کو بلایا جائے گا تو جہنمی بادشاہ تو شش سوختہ کونسلے کے ہو گیا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ کس حال میں ہوئے کہے کہ نہایت برے حال میں اور نہایت خراب جگہ میں ہوں۔ پھر جنتی کو بلایا جائے گا اس کا چہرہ چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ کبھی کسی گزرتی ہے؟ یہ کہے گا الحمد للہ بہت اچھی اور نہایت بہتر جگہ میں ہوں۔ اللہ فرمائے گا جاؤ اپنی اپنی جگہ پھر چلے جاؤ۔ حضرت سعید صوفی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

ہے کہ مومن پر تو قیامت کا دن ایسا چھوٹا ہو جائے گا جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت وہ جنت کی کیاریوں میں پہنچا دیے جائیں گے یہاں تک کہ اور مخلوق کے حساب ہو جائیں۔ پس سختی بہتر ٹھکانے والے اور عمدہ جگہ والے ہوں گے۔

وَيَوْمَ تَشْقُقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنَزَّلَ الْمَلَكَةُ تَنْزِيلًا ۝
الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ
عَسِيرًا ۝ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ
لِيَلْتَنِي الَّذِي تَتَّبِعَ ۝ يَوْمَئِذٍ لِّتَنِي لَمْ آخِذْ
فَلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ
الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ۝

جس دن آسمان بادل پر پھٹ جائے گا اور فرشتے لگا تار تریں گے ○ اس دن صحیح طور پر ملک صرف رحمان کا ہی ہوگا۔ یہ دن کافروں پر بڑا بھاری ہوگا ○ اس دن ستم مگر محض اپنے ہاتھوں کو چاچا کر کے ہائے کاش کہ میں نے رسول کی راہ لی ہوتی ○ ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست بنایا ہوتا ہوتا ○ اس نے مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آن پہنچی تھی شیطان تو انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے ○

فیصلوں کا دن: ☆ ☆ (آیت: ۲۵-۲۹) قیامت کے دن جو ہونا تک امور ہوں گے ان میں سے ایک آسمان کا پھٹ جانا اور نورانی ابر کا نمودار ہونا بھی ہے جس کی روشنی سے آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی۔ پھر فرشتے اتریں گے اور میدان محشر میں تمام انسان کو گھیر لیں گے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلے کے لئے تشریف لائے گا۔ جیسے فرمان ہے هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ أَمْرًا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ فَنَكُودُ الْوَهَّابِ انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بادلوں میں آئیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو سب انسانوں اور کل جنات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا۔ تمام جانور چوپائے درندے پرندے اور کل مخلوق وہاں ہوگی۔ پھر آسمان پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو دو طرف سے گھیر لیں گے اور وہ گنتی میں بہت زیادہ ہوں گے۔ پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو دو طرف سے گھیر لیں گے اور وہ گنتی میں بہت زیادہ ہوں گے پھر تیسرا آسمان شق ہوگا اس کے فرشتے بھی دونوں آسمانوں کے فرشتے مل کر زمین کی مخلوق سے بھی زیادہ ہوں گے۔ سب کو گھیر کر کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر اسی طرح چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا ساتواں پھر ہمارا رب عز وجل ابر کے سائے میں تشریف لائے گا اس کے ارد گرد بزرگ تر پاک فرشتے ہوں گے جو ساتواں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی کل مخلوق سے زیادہ ہوں گے۔ ان پر بیسگوں جیسے نشان ہوں گے وہ اللہ کے عرش کے نیچے اللہ کی تسبیح و تہلیل و تقدس بیان کریں گے ان کے تلوے سے لے کر نختے تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا راستہ ہوگا اور نختے سے گھنٹے تک کا بھی اتنا ہی۔ اور گھنٹے سے ناف تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔ اور ناف سے گردن تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور گردن سے کان کی لو تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور اس کے اوپر سے سر تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافران ہے کہ قیامت کا نام يَوْمَ التَّلَاقِ اسی لئے ہے کہ اس میں زمین و آسمان والے ملیں گے۔ انہیں دیکھ کر پہلے تو محشر والے سمجھ لیں گے کہ ہمارا اللہ آیا۔

لیکن فرشتے سمجھا دیں گے۔ وہ آنے والا ہے ابھی تک نازل نہیں ہوا۔ پھر جب کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے آ جائیں گے اللہ

تعالیٰ اپنے عرش پر تشریف لائے گا جسے آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے جن کے منحنے سے گھنٹے تک ستر سال کا راستہ ہے اور ران اور مونڈھے کے درمیان بھی ستر سال کا راستہ ہے ہر فرشتہ دوسرے سے علیحدہ اور جدا گانہ ہے ہر ایک کی ٹھوڑی سینے سے لگی ہوئی ہے اور زبان پر سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ کا وظیفہ ہے۔ ان کے سروں پر ایک پھیل ہوئی چیز ہے جیسے سرخ شفق اس کے اوپر عرش ہوگا۔ اس میں راوی علی بن زید بن جعدان ہیں جو ضعیف ہیں۔ اور بھی اس حدیث میں بہت سی خامیاں ہیں۔ صورت کی مشہور حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور آیت میں ہے کہ اس دن ہو پڑنے والی ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ کر روئی کی طرح ہو جائے گا۔ اور اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور اس دن تیرے رب کا عرش آٹھ فرشتے لئے ہوئے ہوں گے۔ شہر بن حوشبؒ کہتے ہیں ان میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہوگی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلَىٰ حَمْلِكَ بَعْدَ عَمَلِكَ اے اللہ تو پاک ہے تو قابل ستائش و تعریف ہے۔ باوجود علم کے پھر بھی بردباری برتا تیرا وصف ہے جس پر ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ اور چار کی تسبیح یہ ہوگی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلَىٰ عَمَلِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ اے اللہ تو پاک ہے اور اپنی تعریفوں کے ساتھ ہے تیرے ہی لئے سب تعریف ہے کہ تو باوجود قدرت کے معاف فرما تا رہتا ہے۔ ابوبکر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عرش کو اتر تا دیکھ کر اہل معشر کی آنکھیں پھٹ جائیں گی، جسم کانپ اٹھیں گے دل لرز جائیں گے۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت اللہ عز و جل مخلوق کی طرف اترے گا تو درمیان میں ستر ہزار پردے ہوں گے۔ بعض نور کے، بعض ظلمت کے۔ اس ظلمت میں سے ایک ایسی آواز نکلے گی جس سے دل پاش پاش ہو جائیں گے۔ شاید ان کی یہ روایت انہی دو جملوں میں سے لی ہوئی ہوگی، واللہ اعلم۔

اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی جیسے فرمان ہے لَيْسَ الْمُلْكُ الْيَوْمَ إِلَّا لِلَّهِ الْيَوْمَ آج ملک کس کے لئے ہے؟ صرف اللہ غالب و قہار کے لئے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور زمینوں کو اپنے دوسرے ہاتھ میں لے لے گا۔ پھر فرمائے گا میں مالک ہوں میں فیصلہ کرنے والا ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ وہ دن کفار پر بڑا بھاری پڑا ہوگا۔ اسی کا بیان اور جگہ بھی ہے کہ کافروں پر وہ دن بہت گراں گزرے گا۔ ہاں مومنوں کو اس دن مطلق گھبراہٹ یا پریشانی نہ ہوگی۔ حضور ﷺ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ پچاس ہزار سال کا دن تو بہت ہی دراز ہوگا۔ آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن پر تو وہ ایک وقت کی فرض نماز سے بھی ہلکا اور آسان ہوگا۔ پیغمبر علیہ السلام کے طریقے اور آپ کے لائے ہوئے کلمے حق سے ہٹ کر رسول ﷺ کی راہ کے سوا دوسری راہوں پہ چلنے والے اس دن بڑے ہی نادام ہوں گے اور حسرت و انفوس کے ساتھ اپنے ہاتھ چبائیں گے۔ گو اس کا نزول عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں ہو یا کسی اور کے بارے میں لیکن حکم کے اعتبار سے یہ ہر ایسے کلمہ کو شامل ہے۔ جیسے فرمان ہے يَوْمَ تَقْلَبُ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ پوری دو آیتوں تک۔ پس ہر ظالم قیامت کے دن پچھتائے گا اپنے ہاتھوں کو چبانے کا اور ہڈی زاری کر کے کہے گا کاش کہ میں نے نبی کی راہ اپنائی ہوتی۔ کاش کہ میں نے فلاں کی عقیدت مندی نہ کی ہوتی جس نے مجھے راہ حق سے گم کر دیا۔ امیہ بن خلف کا اور اس کے بھائی ابی بن خلف کا بھی یہی حال ہوگا اور ان کے سوا اور بھی ایسے لوگوں کا یہی حال ہوگا۔ کہے گا کہ اس نے مجھے ذکر یعنی قرآن سے بیگانہ کر دیا حالانکہ وہ مجھ تک پہنچ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے وہ اسے ناحق کی طرف بلاتا ہے اور حق سے ہٹا دیتا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يَرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ
مَهْجُورًا ۖ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ
الْمُجْرِمِينَ ۖ وَكَفَى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۝

رسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا ۝ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بعض گنہگاروں کو بنا دیا ہے
تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا ہے اور مدد کرنے والا کافی ہے ۝

شکایت نبوی ﷺ ☆ ☆ (آیت ۳۰-۳۱) قیامت والے دن اللہ کے سچے رسول آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی امت کی شکایت
جناب باری تعالیٰ میں کریں گے کہ یہ لوگ قرآن کی طرف مائل تھے نہ رغبت سے قبولیت کے ساتھ سنتے تھے بلکہ اوروں کو بھی اس کے سننے
سے روکتے تھے جیسے کہ کفار کا متولہ خود قرآن میں ہے کہ وہ کہتے تھے لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ اس قرآن کو نہ سنا اور اس کے
پڑھے جانے کے وقت شور مچا کر وہ یہی اس کا چھوڑ رکھنا تھا۔ نہ اس پر ایمان لاتے تھے نہ اسے سچا جانتے تھے نہ اس پر غور و فکر کرتے تھے نہ
اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے نہ اس پر عمل تھا نہ اس کے احکام کو بجالا لیتے تھے نہ اس کے منع کردہ کاموں سے روکتے تھے بلکہ اس کے سوا اور
کلاموں میں مشغول و منہمک رہتے تھے جیسے شعر اشعار غزلیات باجے گئے راگ راگیاں اسی طرح اوروں کو اس کے کلام سے دلچسپی لیتے تھے
اور ان پر عامل تھے یہی اسے چھوڑ دینا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم و مہربان جو ہر چیز پر قادر ہے، ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے ناپسندیدہ
کاموں سے دست بردار ہو جائیں اور اس کے پسندیدہ کاموں کی طرف جھک جائیں۔ وہ ہمیں اپنے کلام کی سمجھ دے اور دن رات اس پر عمل
کرنے کی ہدایت دے جس سے وہ خوش ہووے کہ ہم دوباب ہے۔

پھر فرمایا جس طرح اے نبی آپ کی قوم میں قرآن کو نظر انداز کر دینے والے لوگ ہیں اسی طرح اگلی امتوں میں بھی ایسے لوگ تھے
جو خود کفر کر کے دوسروں کو اپنے کفر میں شریک کار کرتے تھے اور اپنی گمراہی کے پھیلانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ جیسے فرمان ہے
وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۖ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۝

پھر فرمایا جو رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کرے کتاب اللہ پر ایمان لائے اللہ کی وحی پر یقین کرے اس کا ہادی اور ناصر خود اللہ تعالیٰ
ہے۔ مشرکوں کی جو ضلالت اوپر بیان ہوئی اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو ہدایت پر نہ آنے دیں اور آپ مسلمانوں پر غالب رہیں۔ اس
لئے قرآن نے فیصلہ کیا کہ یہ نامرادی رہیں گے۔ اللہ اپنے بندوں کو خود ہدایت کرے گا۔ اور مسلمانوں کی خود مدد کرے گا۔ یہ معاملہ اور
ایسوں کا مقابلہ کچھ سمجھ سے ہی نہیں تمام اگلے نبیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً
كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۖ وَلَا يَأْتُونَكَ
بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝ الَّذِينَ يُحْشَرُونَ
عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝

کافر کہنے لگے کہ اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتر آگیا؟ اسی طرح ہم نے تمہارا تمہوڑا کر کے اتارنا تاکہ اس سے ہم تیرا دل قوی کریں ہم نے اسے خیر ابھرا کر ہی پڑھ سنایا ہے ○ تیرے پاس جو کوئی مثال لائیں گے ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ جواب دیتے تھے بتا دیں گے ○ جو لوگ اپنے منہ کے بل جنہم کی طرف جتے گئے جا نہیں گئے وہی بدتر مکان والے اور گمراہ راستے والے ہیں ○

قرآن حکیم مختلف اوقات میں کیوں اتر آ؟ ☆ ☆ (آیت ۳۲-۳۴) کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جیسے تو ریت انجیل زبور وغیرہ ایک ساتھ بیغبروں پر نازل ہوتی رہیں قرآن ایک ہی دفعہ آنحضرت ﷺ پر نازل کیوں نہ ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں واقعی یہ منفرق طور پر اتر آئے ہیں برس میں نازل ہوا ہے جیسے جیسے ضرورت پڑتی گئی جو جو واقعات ہوتے رہے احکام نازل ہوتے گئے تاکہ مومنوں کا دل جمار ہے۔ پھر پھر کراہ کام اترے تاکہ ایک دم عمل مشکل نہ ہو پڑے وضاحت کے ساتھ بیان ہو جائے۔ سمجھ میں آجائے۔ تفسیر بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی رہے۔ ہم ان کے کل اعتراضات کا صحیح اور سچا جواب دیں گے جو ان کے بیان سے بھی زیادہ واضح ہوگا۔ جو کہ یہ بیان کریں گے ہم ان کی تسلی کر دیں گے۔ صبح شام رات دن سفر حضر میں بار بار اس نبی ﷺ کی عزت اور اپنے خاص بندوں کی ہدایت کے لئے ہمارا کلام ہمارے نبی کی پوری زندگی تک اترتا رہا۔ جس سے حضور ﷺ کی بزرگی اور فضیلت بھی ظاہر ہوتی رہی لیکن دوسرے انبیاء علیہ السلام پر ایک ہی مرتبہ سارا کلام اتر آگرا اس بہترین نبی ﷺ سے اللہ تبارک و تعالیٰ بار بار خطاب کرتا رہا تاکہ اس قرآن کی عظمت بھی آشکار ہو جائے اس لیے یہ اتنی لمبی مدت میں نازل ہوا۔ پس نبی ﷺ بھی سب نبیوں میں اعلیٰ اور قرآن بھی سب کلاموں میں بالا۔ اور لطیف یہ ہے کہ قرآن کو دونوں بزرگیاں ملیں۔ یہ ایک ساتھ لوح محفوظ سے ملا اعلیٰ میں اتر آ۔ لوح محفوظ سے پورے کا پورا دنیا کے آسمان تک پہنچا۔ پھر حسب ضرورت تمہوڑا تمہوڑا کر کے نازل ہوتا رہا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سارا قرآن ایک دفعہ ہی لیلۃ القدر میں دنیا کے آسمان پر نازل ہوا۔ پھر میں سال تک زمین پر اترتا رہا۔ پھر اس کے ثبوت میں آپ نے آیت وَلَا يَأْتُونَكَ إِلَّا فِي سَبْعِ ثُبُورٍ اور آیت وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَذَكَّرَ بِهِ نَبَاتٍ اس کے بعد کافروں کی جو درگت قیامت کے روز ہونے والی ہے اس کا بیان فرمایا کہ بدترین حالت اور قبیح تر ذلت میں ان کا حشر جنہم کی طرف ہوگا۔ یہ اوندھے منہ ٹھہنے جا نہیں گئے۔ یہی برے ٹھکانے والے اور سب سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کافروں کا حشر منہ کے بل کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس نے انہیں جبر کے بل چلایا ہے وہ سر کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ
وَزَيْرًا ۖ فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْآيَاتِنَا
فَدَمَرْنَهُمْ تَدْمِيرًا ۖ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ
وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ وَعَادًا
وَتَمُودَ إِذْ أَصْحَبَ الرُّسُلَ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۖ وَكُلًّا
صَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَرْنَا تَبِيرًا ۖ

بارش ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے ہمراہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنادیا ○ اور کہہ دیا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے

ہیں۔ پھر ہم نے انہیں بالکل ہی پامال کر دیا ○ قوم نوح نے بھی جب رسولوں کو جھوٹا کہا تو ہم نے انہیں عرق کر دیا۔ اور لوگوں کے لئے انہیں نشانِ عبرت بنا دیا۔ ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھے ہیں ○ اور عادیوں اور خودیوں اور کٹوسے والوں کو اور ان کے درمیان کی بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا ○ ہم نے ہر ایک کے سامنے مثالیں بیان کیں۔ پھر ہر ایک کو بالکل ہی تباہ و برباد کر دیا ○

انبیاء سے دشمنی کا خمیازہ: ☆ ☆ (آیت: ۳۵-۳۹) اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور آپ کے مخالفین کو اپنے عذابوں سے ڈرا رہا ہے کہ تم سے پہلے کے جن لوگوں نے میرے نبیوں کی نہ مانی 'ان سے دشمنی کی 'ان کی مخالفت کی 'میں نے انہیں جس نہس کر دیا۔ فرعونوں کا حال تم سن چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا لیکن انہوں نے نہ مانا جس کے باعث اللہ کا عذاب آ گیا اور سب ہلاک کر دیئے گئے۔ اس واسطے یہاں رسل جمع کر کے کہا گیا۔ اور یہ اس لیے بھی کہ اگر بالفرض ان کی طرف تمام رسول بھیجے جاتے تو بھی یہ سب کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو نوح علیہ السلام نبی کے ساتھ کیا۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے گئے تھے بلکہ ان کے پاس تو صرف حضرت نوح علیہ السلام ہی آئے تھے جو ساڑھے دو سو سال تک ان میں رہے ہر طرح انہیں سمجھایا بھجایا لیکن سوائے معدودے چند کے کوئی ایمان نہ لایا۔ اس لئے اللہ نے سب کو عرق کر دیا۔ سوائے ان کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ششٹی میں تھے۔ ایک بنی آدم روئے زمین پر نہ بچا۔ لوگوں کے لئے ان کی ہلاکت باعثِ عبرت بنا دی گئی۔ جیسے فرمان ہے کہ پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا تا کہ تم اسے اپنے لئے باعثِ عبرت بناؤ اور کشتی کو ہم نے تمہارے لئے اس طوفان سے نجات پانے اور لمبے سفر طے کرنے کا ذریعہ بنا دیا تا کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھو کہ اس نے عالمگیر طوفان سے تمہیں بچا لیا اور ایماندار اور ایمان داروں کی اولاد میں رکھا۔ عادیوں اور خودیوں کا قصہ دوبارہ بیان ہو چکا ہے جیسے کہ سورۃ اعراف وغیرہ میں اصحابُ الرس کی بابت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ یہ ثمودیوں کی ایک بستی والے تھے۔

وَلَقَدْ آتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرْنَا مَطَرًا شَدِيدًا فَلَمْ يَكُونُوا يَرُونَهَا بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا

یہ لوگ اس بستی کے پاس سے بھی آتے جاتے ہیں جن پر بڑی طرح بارش برساتی تھی۔ کیا یہ پھر بھی اسے دیکھتے نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ انہیں مر کر جی اٹھنے کا عقیدہ ہی نہیں ○

(آیت: ۴۰) عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علیج والے تھے جن کا ذکر سورۃ یاسین میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ آذر بائی جان کے ایک کنوئیں کے پاس ان کی بستی تھی۔ عکرمہ فرماتے ہیں انہیں کنوئیں والے اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'ایک سیاہ قام غلام سب سے اول جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کی طرف اپنا نبی بھیجا تھا لیکن ان بستی والوں میں سے بجز اس کے کوئی بھی ایمان نہ لایا بلکہ انہوں نے اللہ کے نبی کو ایک غیر آباد کنوئیں میں دیران میدان میں ڈال دیا اور اس کے منہ پر ایک بڑی بھاری چٹان رکھ دی کہ یہ وہیں مر جائیں۔ یہ غلام جنگل میں جاتا 'ککڑیاں کاٹ کر لاتا 'انہیں بازار میں فروخت کرتا اور روٹی وغیرہ خرید کر کنوئیں پر آتا 'اس پتھر کو سر کا دیتا۔ یہ ایک رسی میں لٹکا کر روٹی اور پانی اس پیغمبر علیہ السلام کے پاس پہنچا دیتا جسے وہ کھانی لیتے۔ مدتوں تک یونہی ہوتا رہا۔ ایک مرتبہ یہ گیا 'ککڑیاں کانٹیں چنیں 'جمع کیں 'گٹھڑی بانڈھی 'اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا 'سو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس

پر نیند ڈال دی سات سال تک وہ سوتا رہا۔ سات سال کے بعد آنکھ کھلی اٹھڑائی لی اور کروٹ بدل کر پھر سوتا رہا۔ سات سال کے بعد پھر آنکھ کھلی تو اس نے اپنی کھڑکیوں کی گھڑی اٹھا کر اوپر کی طرف چلا۔ اسے یہی خیال تھا کہ ذرا سی دیر کے لئے سو گیا تھا۔ شہر میں آ کر کھڑکیاں فروخت کیں، حسب عادت کھانا خرید اور وہیں پہنچا۔ دیکھتا ہے کہ کتوں تو وہاں ہے ہی نہیں۔ بہت ڈھونڈا لیکن نہ ملا۔ درحقیقت اس عرصہ میں یہ ہوا تھا کہ قوم کے دل ایمان کی طرف راغب ہوئے انہوں نے جا کر اپنے نبی کو کونئیں سے نکالا۔ سب کے سب ایمان لائے پھر نبی فوت ہو گئے۔ نبی علیہ السلام بھی اپنی زندگی میں اسی وحشی غلام کو تلاش کرتے رہے لیکن اس کا پتہ نہ چلا۔ پھر اسی نبی علیہ السلام کے انتقال کے بعد یہ شخص اپنی نیند سے جگا یا گیا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں، پس یہ وحشی غلام ہے جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا۔ یہ روایت مرسل ہے اور اس میں فراغت و نکارت ہے اور شاید اور ارج بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس روایت کو ان اصحاب رس پر چسپاں بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہاں تو مذکور ہے کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ ہاں یہ ایک توجیہ ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ تو ہلاک کر دیئے۔ پھر ان کی نسلیں ٹھیک ہو گئیں اور انہیں ایمان کی توفیق ملی۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اصحاب رس وہی ہے جن کا ذکر سورہ بروج میں ہے جنہوں نے خندق قبیل کھدوائی تھیں۔ واللہ اعلم۔

پھر فرمایا کہ اور بھی ان کے درمیان بہت سی امتیں آئیں جو ہلاک کر دی گئیں۔ ہم نے ان سب کے سامنے اپنا کلام بیان کر دیا تھا، ولیس پیش کر دی تھیں، معجزے دکھائے تھے، عذرا ختم کر دیئے تھے، پھر سب کو غارت اور برباد کر دیا۔ جیسے فرمان ہے کہ نو ح علیہ السلام کے بعد کی بھی بہت سی بستیوں ہم نے غارت کر دیں۔ قرن کہتے ہیں امت کو۔ جیسے فرمان ہے کہ ان کے بعد ہم نے بہت سی قرن یعنی امتیں پیدا کیں۔ قرن کی مدت بعض کے نزدیک ایک سو بیس سال ہے۔ کوئی کہتا ہے سو سال، کوئی کہتا ہے اسی سال، کوئی کہتا ہے چالیس سال، اور بھی بہت سے قول ہیں۔ زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ایک زمانہ والے ایک قرن ہیں۔ جب وہ سب مرجائیں تو دوسرا قرن شروع ہوتا ہے جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ سدوم نامی بستی کے پاس سے تو یہ عرب برابر گزرتے رہتے ہیں۔ یہیں لوطی آباد تھے۔ جن پر زمین الٹ وی گئی اور آسمان سے پتھر برسائے گئے اور برامینہ ان پر برسائے جو سنگاں پتھروں کا تھا۔ یہ دن رات وہاں سے آمد و رفت رکھتے ہیں۔ پھر بھی تمھندی کو کام میں نہیں لیتے۔ یہ بستیوں تو تمھاری گزرگاہ پر ہیں ان کے واقعات مشہور ہیں۔ کیا تم انہیں نہیں دیکھتے؟ یقیناً دیکھتے ہو لیکن عبرت کی آنکھیں ہی نہیں کھلے۔ اور غور کرو اپنی بدکاریوں کی وجہ سے وہ اللہ کے عذابوں کا شکار ہو گئے۔ پس انہیں اڑا دیا گیا، بے نشان کر دیئے گئے۔ بری طرح دھجیاں بکھیر دی گئیں۔ اسے سوچو تو وہ جو قیامت کا قائل ہو۔ لیکن انہیں کیا عبرت حاصل ہوئی جو قیامت ہی کے سکر ہیں دوبارہ زندگی کو ہی محال جانتے ہیں۔

وَإِذَا رَأَوْكَ أَنْ يَنْخَضُوا نَكَ إِلَّا هُزُواً ۚ أَلْهَذَا الَّذِي بَعَثَ
 اللَّهُ رَسُولًا ۚ إِنَّ كَادَ لَيُضِلَّنَا عَنْ إِلَهِنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا
 عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ
 أَضَلُّ سَبِيلًا ۚ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ۚ أَفَأَنْتَ تَكُونُ
 عَلَيْهِ وَكِيلًا ۚ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ
 إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۚ

تمہیں جب کبھی دیکھتے ہیں تو تم سے سخر اپن کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہیں جنہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ وہ تو کہنے کہ ہم جیسے در نہ انہوں نے تو ہمیں بسکا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ دی تھی؟ جب اعداوں کو دیکھیں گے تو انہیں صاف معلوم ہو جائے گا کہ پوری طرح راہ سے ہٹ چکا ہو ان کو تھا؟؟ کیا تو نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنانے ہوئے ہے؟ کیا تو اس کا فہم دار ہو سکتا ہے؟ کیا تو اس خیال میں ہے کہ ان میں کے اکثر نے کیا سمجھتے ہیں؟ وہ تو نرے چو بابوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھگے ہوئے؟

انبیاء کا مذاق: ☆☆ (آیت ۴۱-۳۴) کافر لوگ اللہ کے برتر و بہتر پیغمبر حضرت احمدؑ کو دیکھ کر کہیں مذاق اڑاتے تھے، عیب جوئی کرتے تھے اور آپؐ میں نقصان بتلاتے تھے۔ یہی حالت ہر زمانے کے کفار کی اپنے نبیوں کے ساتھ رہی۔ جیسے فرمان ہے۔ وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ تجھ سے پہلے کے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا۔ کہنے لگے وہ تو کہتے ہیں ہم جسے در بدر ناس رسول نے تو ہمیں بہکانے میں کوئی کمی نہ رکھی تھی۔ اچھا انہیں مغرب معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت پر یہ کہاں تک تھے؟ عذاب کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے، نفس و شیطان جس چیز کو اچھی ظاہر کرتا ہے، یہ بھی سمجھنے لگتے ہیں۔ بھلا ان کا ذمہ دار تو کیسے ٹھہر سکتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جاہلیت میں عرب کی یہ حالت تھی کہ جہاں کسی سفید گول مول پتھر کو دیکھا، اسی کے سامنے جھکنے اور سجدے کرنے لگے، اس سے اچھا کوئی نظر پڑ گیا تو اس کے سامنے جھک گئے اور اول کو چھو ڈیا۔ پھر فرماتا ہے تو جو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں انسان کے کان ہیں ندل ہیں۔ چوپائے تو خیر قد رتا آزاد ہیں لیکن یہ جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے یا ان سے بھی زیادہ بہک گئے بلکہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے۔ اور قیام حجت کے بعد رسولوں کے پیچھے چلنے کے بعد بھی اللہ کی طرف نہیں جھکنے اس کی توحید اور رسول ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا
ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٦﴾ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا
يَسِيرًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا
وَجَعَلَ النَّهَارَ نَشُورًا ﴿٤٨﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے اگر جانتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا پھر ہم نے آفتاب کو اس کا رہنما بنایا ○ پھر ہم نے اسے کج سچا اہل طرف کھینچ لیا ○ وہی ہے جس نے رات کو تہا رہا لئے مردہ بنایا اور نیند کو راحت بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ○

اگر وہ چاہے تو رات دن میں نہ بد لے: ☆☆ (آیت: ۳۵-۴۷) اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر اطمینان ہو رہی ہیں کہ مختلف اور متضاد چیزوں کو وہ پیدا کر رہا ہے۔ سائے کو وہ بڑھاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وقت صبح صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک کا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر رکھ دیتا۔ جیسے فرمان ہے کہ اگر وہ رات ہی رات رکھے تو کوئی دن نہیں کر سکتا اور اگر دن ہی دن کرے تو کوئی رات نہیں لاسکتا۔ اگر سورج نہ نکلتا تو سائے کا حال ہی معلوم نہ ہوتا۔ ہر چیز اپنی ضد سے بچانی جاتی ہے سائے کے پیچھے دھوپ دھوپ کے پیچھے سایہ یہ بھی قدرت کا انتظام ہے۔ پھر کج کج ہم اسے یعنی سائے کو یا سورج کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ ایک گھنٹا جاتا ہے تو دوسرا بڑھتا جاتا ہے اور یہ انقلاب سرعت سے عمل میں آتا ہے۔ کوئی جگہ سائے دار باقی نہیں رہتی۔ صرف گھروں کے چھینروں کے اوپر رختوں کے نیچے سایہ رہ جاتا ہے اور ان کے بھی اوپر دھوپ کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ قہقہہ اٹھو اڑ کر کے ہم اسے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔

اسی نے رات کو تمہارے لئے لباس بنایا ہے کہ وہ تمہارے وجود پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے جیسے فرمان ہے قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لئے اسی نے نیند کو سب راحت و سکون بنایا ہے کہ اس وقت حرکت موقوف ہو جاتی ہے اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چھٹ گئی تھی وہ اس آرام سے اتر جاتی ہے۔ بدن کو اور روح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر دن کو اٹھ کھڑے ہوتے ہوئے پھیل جاتے ہو اور روزی کی تلاش میں لگ جاتے ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے رات دن مقرر کر دیا ہے کہ تم سکون و آرام بھی حاصل کر لو اور اپنی روزیاں بھی تلاش کرو۔

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلْنَا
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۖ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلَدَةً مَّيِّتًا وَنُسْقِيَهُ
مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَا سَيِّ كَثِيرًا ۖ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ
لِيَذَكَّرُوا ۖ فَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝

وہی ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں ○ تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ شجر کو زندہ کر دیں اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں ○ یہ شک ہم نے اسے ان کے درمیان طرح طرح سے بھر پھیر کر لیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں لیکن پھر بھی اکثر لوگوں نے سوائے ناشکری کے مانا نہیں ○

بارش سے پہلے بارش کی خوش خبری: ☆☆ (آیت: ۴۸-۵۰) اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور قدرت کا بیان فرما رہا ہے کہ وہ بارش سے پہلے بارش کی خوشخبری دینے والی ہوا کیسے چلاتا ہے۔ ان ہواؤں میں رب نے بہت سے خواص رکھے ہیں۔ بعض بادلوں کو پرانگندہ کر دیتی ہیں، بعض انہیں اشاعی ہیں، بعض انہیں لے چلتی ہیں، بعض خشک اور پھٹکی ہوئی چل کر لوگوں کو بارانِ رحمت کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں۔ بعض اس سے پہلے زمین کو تیار کر دیتی ہیں، بعض بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں اور انہیں بو مھل کر دیتی ہیں۔ آسمان سے ہم پاک صاف پانی برساتے ہیں کہ وہ پاکیزگی کا آلہ بنے۔ یہاں طہور ایسا ہی ہے جیسا حور اور دُجرو وغیرہ۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ فعل معنی میں فاعل کے ہے یا یہ مبالغہ کے لئے معنی ہے یا مستعدی کے لئے۔ یہ سب اقوال لغت اور حکم کے اعتبار سے مشکل ہیں۔ پوری تفصیل کے لائق یہ مقام نہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت عاتب بن ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بارش کے زمانہ میں نکلا۔ بصرے کے راستے اس وقت بڑے گندے ہو رہے تھے آپ نے ایسے راستہ پر نماز ادا کی۔ میں نے آپ کو توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا: اسے آسمان کے پاک پانی نے پاک کر دیا۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اسے پاک اتارا ہے۔ اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا گیا کہ بصریضا سے وضو کر لیں؟ یہ ایک کنواں ہے جس میں گندگی اور کنوؤں کے گوشت پھینکے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پانی پاک ہے۔ اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے اسے وارد کیا ہے۔ امام ابو داؤد اور امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ نسائیؒ میں بھی یہ روایت ہے۔ عبدالملک بن مروان کے دربار میں ایک مرتبہ پانی کا ڈرچہ خالہ بن یزید نے کہا، بعض پانی آسمان کے ہوتے ہیں، بعض پانی وہ ہوتے ہیں جسے بادل سمندر سے پیتا ہے اور

اسے گرج، کڑک اور بجلی بیٹھا کر دیتی ہے لیکن اس سے زمین میں پیداوار نہیں ہوتی۔ ہاں آسمانی پانی سے پیداوار اگتی ہے۔ مگر مہرِ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں: آسمان کے پانی کے ہر قطرے سے چار گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں لولواور موتی پیدا ہوتے ہیں یعنی فِی الْبَحْرِ بُرٌّ وَ فِی الْبَحْرِ ذَرٌّ زمین میں گہیوں اور سمندر میں موتی۔ پھر فرمایا کہ اسی سے ہم غیر آباد بنجر، خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں وہ لہلہانے لگتی ہے اور ترو تازہ ہو جاتی ہے۔ جیسے فرمان ہے فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَّتْ أَخْرَجْنَا مِنْهَا خَضِرًا مُتَوَلِّدًا زمین کو زندہ ہو جانے کے لیے پانی حیوانوں اور انسانوں کے پینے میں آتا ہے ان کے کھیتوں اور باغات کو پلایا جاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ وہ اللہ وہی ہے جو لوگوں کی کامل امید کی بعد ان پر بارشیں برساتا ہے اور آیت میں ہے کہ اللہ کے آوازِ رحمت کو دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے ساتھ ہی میری قدرت کا ایک نظارہ یہ بھی دیکھو کہ بارش کا پانی جہاں میں چاہتا ہوں برساتا ہے اس میں بھی حکمت و حجت ہے۔

بارش اللہ کے حکم سے: ☆ ☆ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ کوئی سال کسی سال کے کم و بیش بارش کا نہیں لیکن اللہ جہاں چاہے برسائے جہاں سے چاہے پھیرے۔ پس چاہئے تھا کہ ان نشانات کو دیکھ کر اللہ کی ان زبردست حکمتوں کو اور قدرتوں کو سامنے رکھ کر اس بات کو بھی مان لیتے کہ بیشک ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور یہ بھی جان لیتے کہ بارشیں ہمارے گناہوں کی شامت سے بند کر دی جاتی ہیں تو ہم گناہ جھوڑ دیں لیکن ان لوگوں نے ایسا کیا بلکہ ہماری نعمتوں پر اور ناشکری کی۔ ایک مزل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ میں بادل کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: بادلوں پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ یہ ہے آپ ان سے جو چاہیں دریافت فرمائیں۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تو اللہ کا حکم آتا ہے کہ فلاں فلاں شہر میں اتنے اتنے قطرے برساؤ ہم قیامِ ارشاد کر دیتے ہیں۔ بارش جیسی نعمت کے وقت اکثر لوگوں کے کفر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے یہ بارش برسائے گئے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بارش برس چکنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو! جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول خوب جاننے والا ہے آپ نے فرمایا: سنو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ مومن ہو گئے اور بہت سے کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ بارش ہم پر برسی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھنے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے کے اثر سے پانی برسا یا گیا انہوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لائے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ۝ فَلَا تُطْعَمُ الْكُفْرَيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ۝

اگر ہم چاہتے تو ہر برستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے ○ پس تو کافروں کا کہنا نہ مان اور حکم الہی ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کرو ○

النبی کل عالم علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت: ۵۱-۵۲) اگر کر چاہتا تو ہر برستی میں ایک ایک نبی بھیج دیتا لیکن اس نے تمام دنیا کی طرف صرف ایک ہی نبی بھیجا ہے اور پھر اسے حکم دے دیا ہے کہ قرآن کا وعظ سب کو سنا دے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں اس قرآن سے تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے ہو شیار کر دوں اور ان تمام جماعتوں میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ اور فرمان ہے کہ تو کے والوں کو اور چاروں طرف کے لوگوں کو آگاہ کر دے۔ اور آیت میں ہے کہ اسے نبی آپ کہہ دیجئے کہ اسے تمام لوگوں میں تم سب کی طرف رسول ﷺ بن کر آیا ہوں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے میں سرخ و سیاہ سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے

منافقوں سے جہاد کرتے رہو۔

رَبُّكَ قَدِيرٌ ﴿٥١﴾

○ ہے جس نے بانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا، تیرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے ○

پھر اس کی اس قدرت کو دیکھو کہ محض اپنی طاقت سے اور اپنے حکم سے ایک کو دوسرے سے جدا رکھا ہے۔ نہ کھارا بیٹھے میں مل سکے نہ بیٹھا کھارے میں مل سکے۔ جیسے فرمان ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيْنَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيْنِ الخ اس نے دونوں سمندر جاری کر دیئے ہیں کہ دونوں مل جائیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب قائم کر دیا ہے کہ حد سے بڑھیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کے منکر ہو؟ اور آیت میں ہے کون ہے وہ جس نے زمین کو جانے قرار بنایا اور اس میں جگہ جگہ دریا جاری کر دیئے اس پر پہاڑ قائم کر دیئے اور دو سمندروں کے درمیان اوٹ کر دی؟ کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بات یہ ہے کہ ان شرکین کے اکثر لوگ بے علم ہیں۔ اس نے انسان کو ضعیف نطفے سے پیدا کیا ہے۔ پھر اسے ٹھیک ٹھاک اور برابر بنایا ہے۔ اور اچھی پیدائش میں پیدا کر کے پھر اسے مرد یا عورت بنایا۔ پھر اس کے لئے نسب کے رشتے دار بنادئے۔ پھر کچھ مدت بعد سرالی رشتے قائم کر دیئے۔ اتنے بڑے قادر اللہ کی قدرتیں تمہارے سامنے ہیں۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَكَانَ
 الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ۖ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۖ
 قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ
 إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۖ وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ
 وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفَىٰ بِهِ بُذْنُوبٍ عِبَادِهِ خَبِيرًا ۝

اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں کافروں نے اپنے رب کی طرف پھرتے دیکھ کر دلا دلا کر انہیں تو حقے خوش خبری اور ڈر سنانے والا نبی بنا کر بھیجا ہے ○ کہہ دے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کسی بدلے کو نہیں چاہتا مگر بعض اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے ○ اس ہمیشہ زندہ اللہ پر توکل کر جسے کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتا رہو وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے ○

آبائی گرامی: ☆ ☆ (آیت: ۵۵-۵۸) مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں اور بلا دلیل و حجت ان کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے - صرف باپ دادوں کی دیکھا دیکھی نفسانی خواہشات سے ان کی محبت و عظمت اپنے دل میں جمائے ہوئے ہیں اور اللہ و رسول ﷺ سے دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں - شیطانی لشکر میں شامل ہو گئے ہیں اور الٰہی لشکر کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ انجام کار غالب اللہ والوں کو ہی ہوگا - یہ خواہ مخواہ ان کی طرف سے سینہ سپر ہو رہے ہیں انجام کار مومنوں کے ہی ہاتھ رہے گا - دنیا و آخرت میں ان کا پروہد گاران کی امداد کرے گا - ان کفار کو تو شیطان صرف اللہ کی مخالفت پر ابھار دیتا ہے - اور کچھ نہیں - سچے الٰہی عداوت ان کے دل میں ڈال دیتا ہے شرک کی محبت بٹھارتا ہے یہ الٰہی احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں -

پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں مومنوں کو خوشخبری سنانے والا اور کفار کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے - اطاعت گزاروں کو جنت کی بشارت دیجئے اور نافرمانوں کو جہنم کے عذابوں سے مطلع فرما دیجئے - لوگوں میں عام طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں اپنی تبلیغ کا بدلہ اپنے عقلاً کا معاوضہ تم سے نہیں چاہتا - میرا ارادہ سوائے اللہ کی رضامندی کی تلاش کے اور کچھ نہیں - میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے جو راہ راست پر آنا چاہے اس کے سامنے صحیح راستہ نمایاں کر دوں - اے پیغمبر ﷺ اپنے تمام کاموں میں اس اللہ پر بھروسہ رکھئے جو ہمیشہ اور دوام والا ہے جو موت و فوٹ سے پاک ہے جو اول و آخر و ظاہر و باطن اور ہر چیز کا عالم ہے - جو دائم باقی 'سرمدی' ابدی حقیقی و قیوم ہے جو ہر چیز کا مالک اور رب ہے اس کو اپنا مادی و بجا ٹھہرالے - اسی کی ذات ایسی ہے کہ اس پر توکل کیا جائے ہر گھبراہٹ میں اسی کی طرف جھکا جائے - وہ کافی ہے وہی ناصر ہے وہی موید و مظفر ہے - جیسے فرمان ہے یَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ اے نبی جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے - اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا - آپ بے فکر رہئے - اللہ آپ کو لوگوں کے برے ارادوں سے بچالے گا - ایک مرسل حدیث میں ہے کہ مدینے کی کسی گلی میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کرنے لگے تو آپ نے فرمایا اے سلمان مجھے سجدہ نہ کر سجدہ کے علاوہ یہ ہے جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے - جس پر کبھی موت نہیں (ابن ابی حاتم) اور اس کی تسبیح و حمد بیان کرتا رہ - چنانچہ حضور ﷺ اس کی قیام میں فرمایا کرتے تھے - سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ مراد اس سے یہ ہے کہ عبادت اللہ ہی کی کر توکل صرف اسی کی ذات پر کر - جیسے فرمان ہے 'مشرق و مغرب کا رب

وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اسی کو اپنا کار ساز سمجھ۔ اور جبکہ ہے فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اسی کی عبادت کر اسی پر بھروسہ رکھ۔ اور آیت میں ہے اعلان کر دے کہ اسی رحمان کے ہم بندے ہیں اور اسی پر ہمارا کامل بھروسہ ہے۔ اس پر بندوں کے سب اعمال ظاہر ہیں کوئی ایک ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ کوئی پر اسرار بات بھی اس سے مخفی نہیں۔

الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمَنُ فَسَلِّ بِهِ خَبِيرًا ۖ وَإِذَا قِيلَ
لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا
وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۖ

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کے اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں ہی پیدا کر دیا۔ پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا وہ جن ہے۔ تو اس کے بارے میں کسی خبردار سے پوچھ لے ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ رحمن کو کبہہ کر دو تو جواب دیتے ہیں رحمن ہے کیا؟ کیا ہم اسے عبادہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دے دے ان کا تو بد کنائی بڑھتا ہے ○

(آیت ۵۹-۶۰) وہی تمام چیزوں کا خالق ہے مالک و قابض ہے وہی ہر جاندار کا روزی رساں ہے اس نے اپنی قدرت و عظمت سے آسمان و زمین جیسی زیر دست مخلوق کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا ہے پھر عرش پر قرار پکڑا ہے۔ کاموں کی تدبیروں کا انجام اسی کی طرف سے اور اسی کے حکم اور تدبیر کا مرہون ہے۔ اس کا فیصلہ اعلیٰ اور چھائی ہوتا ہے۔ جو ذات الہ کا عالم ہو اور صفات الہ سے آگاہ ہو اس سے اس کی شان دریافت کر لے۔ یہ ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات کی پوری خبر داری رکھنے والے اس کی ذات سے پورے واقف آنحضرت ﷺ ہی تھے جو دنیا و آخرت میں تمام اولاد آدم کے علی الاطلاق سرور تھے۔ جو ایک بات بھی اپنی طرف سے نہیں کہتے تھے بلکہ جو فرما تے تھے وہ فرمودہ الہ ہی ہوتا تھا۔ آپ نے جو جو حقیقتیں اللہ کی بیان کیں سب برحق ہیں آپ نے جو خبریں دیں سب سچ ہیں سچے امام آپ ہی ہیں تمام مجتہدوں کا فیصلہ آپ ہی کے حکم سے کیا جاسکتا ہے جو آپ کی بات تلائے وہ سچا جو آپ کے خلاف کہے وہ مردود خواہ کوئی بھی ہو۔ اللہ کا فرمان واجب الاذعان کلمۃ طور سے صادر ہو چکا ہے فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ تَمِيزًا جس چیز میں بھی اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔ اور فرمان ہے۔ وَنَمَتُ كَلِمَتُ رَبِّكَ صَلَاحًا وَعَدْلًا اے تیرے رب کی باتیں جو خبروں میں سچی اور حکم و ممانعت میں عدل کی ہیں پوری ہو چکیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے قرآن ہے۔ مشرکین اللہ کے سوا اوروں کو کعبہ کے کرتے تھے ان سے جب رحمان کو کعبہ کرنے کو کہا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم رحمان کو نہیں جانتے۔ وہ اس سے منکر تھے کہ اللہ کا نام رحمان ہے۔ جیسے حدیبیہ والے سال حضور ﷺ نے صلح نامہ کے کاتب سے فرمایا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لکھ۔ تو مشرکین نے کہا نہ ہم رحمان کو جانیں نہ رحیم کو ہمارے رواج کے مطابق بِسْمِ اللَّهِ لکھ۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَنَ کہہ دے کہ اللہ کو پکارو یا رحمن کو جس نام سے اسے چاہو پکارو اس کے بہت سے بہترین نام ہیں وہی اللہ ہے وہی رحمن ہے۔ پس مشرکین کہتے تھے کہ کیا صرف تیرے کہنے سے ہم ایسا مان لیں؟ الغرض وہ اور نفرت میں بڑھ گئے۔ برخلاف مومنوں کے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو رحمان و رحیم ہے اسی کو عبادت کے لائق

سمجھتے ہیں اور اسی کے لئے مسجدے کرتے ہیں۔ علماء رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ سورہ فرقان کی اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے پر جگہ مشروع ہے جیسے کہ اس کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا
وَقَمَرًا مُنِيرًا ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَن
أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۝

بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں آفتاب بتایا اور منور مہتاب بھی ○ اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا۔ اس شخص کی نصیحت کے لئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو ○

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۚ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا

رحمان کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے ○ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں ○ اور جو یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کے عذاب پر سے ہی پرہیز رکھ کیونکہ اس کا عذاب چٹ جانے والا ہے ○ وہ جانے قرار اور مقام دونوں کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے ○ اور جو خرچ کے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ تکلیف بلکسان دونوں کے درمیان معتدل راہ ہوتی ہے ○

مومنوں کا کردار : ☆ ☆ (آیت: ۶۳-۶۷) اللہ کے مومن بندوں کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ زمین پر سکون و قار کے ساتھ تواضع عاجزی مسکینی اور فروتنی سے چلتے پھرتے ہیں۔ تکبر، تجبر، فساد اور ظلم و ستم نہیں کرتے۔ جیسے حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لڑکے سے فرمایا تھا کہ اگر نہ چلا کرو مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تصنع اور بناوٹ سے کمر چھڑکا کر بناوٹ کی طرح قدم قدم چلنا، یہ تو ریا کاروں کا کام ہے کہ وہ اپنے تئیں لوگوں کو دکھانے کے لئے اور دنیا کی نگاہیں اپنی طرف اٹھانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ آنحضرت کی عادت اس کے بالکل برعکس تھی۔ آپ کی چال ایسی تھی کہ گویا آپ کسی اونچائی سے اتر رہے ہیں اور گویا کہ زمین آپ کے لئے لپٹی جارہی ہے۔ سلف صالحین نے بناوٹوں کی تکلف والی چال کو مکروہ فرمایا ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ بہت آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو کچھ بیمار ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر یہ کیا چال ہے؟ خبردار جواب اس طرح چلا تو کوڑے کھائے گا۔ طاقت کے ساتھ جلدی جلدی چلا کرو۔ پس یہاں مراد تسکین اور وقار کے ساتھ شریفانہ چال چلنا ہے نہ کہ ضعیفانہ اور مرعیانہ۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب نماز کے لئے آؤ تو دوڑ کر نہ آؤ بلکہ تسکین کے ساتھ آؤ۔ جو جماعت کے ساتھ مل جائے اور کلو اور جوفت ہو جائے پوری کرلو۔^۱ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ مومنوں کی آنکھیں اور ان کے کان اور ان کے اعضاء جھکے ہوئے اور رکے ہوئے رہتے ہیں یہاں تک کہ گنوار اور بے وقوف لوگ انہیں بیمار سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ خوف الہی سے جھکے جاتے ہیں ویسے پورے تندرست ہیں لیکن دل اللہ کے خوف سے پر ہیں۔ آخرت کا علم دنیا میں ہی سے اور یہاں کے ٹھانڈے سے انہیں روکے ہوئے ہے۔ یہ قیامت کے دن کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنیا میں کھانے پینے وغیرہ کا غم لگا رہتا تھا، نہیں نہیں اللہ کی قسم دنیا کا کوئی غم ان کے پاس بھی نہیں پہنچتا تھا۔ ہاں انہیں آخرت کا کھانا ہر وقت لگا رہتا تھا۔ جنت کے کسی کا کدوہ ہماری نہیں سمجھتے تھے۔ ہاں جنم کا خوف انہیں رلاتا رہتا تھا۔ جو شخص اللہ کے خوف دلانے سے بھی خوف نہ کھائے اس کا نفس حسرتوں کا مالک ہے جو شخص کھانے پینے کوئی اللہ کی نعمت سمجھے وہ کم علم ہے اور غذا یوں میں پھنسا ہوا ہے۔ پھر اپنے نیک بندوں کا اور وصف بیان فرمایا کہ جب جاہل لوگ ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو یہ بھی ان کی طرح جہالت پر نہیں اتر آتے بلکہ درگزر کر لیتے ہیں۔ معاف فرمادیتے ہیں اور سوائے پہلی بات کے گندی باتوں سے اپنی زبان آلودہ نہیں کرتے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جوں جوں دوسرا آپ پر تیز ہوتا آپ اتنے ہی نرم ہوتے۔ یہی وصف قرآن کریم کی اس آیت میں بیان ہوا ہے وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ مومن لوگ بیہودہ باتیں سن کر منہ پھیر لیتے ہیں۔

ایک حسن سند سے مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی شخص نے دوسرے کو برا بھلا کہا لیکن اس نے پلٹ کر جواب دیا کہ تجھ پر سلام ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم دونوں کے درمیان فرشتہ موجود تھا وہ تیری طرف سے گالیاں دینے والے کو جواب دیتا تھا۔ وہ جو گالی تجھے دیتا تھا فرشتہ کہتا تھا یہیں بلکہ تو اور جب تو کہتا تھا تجھ پر سلام تو فرشتہ کہتا تھا اس پر نہیں بلکہ تجھ پر تو ہی سلامتی کا پورا حق دار ہے۔ پس فرمان ہے کہ یہ اپنی زبان کو گندی نہیں کرتے برا کہنے والوں کو برا نہیں کہتے سوائے بھلے کلمے کے زبان سے اسے اور کوئی لفظ نہیں نکالتے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دوسرا ان پر ظلم کرنے میں صلح اور برداشت کرتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ دن اس طرح گزارتے ہیں کہ ان کی کڑوی کسلی سن لیتے ہیں رات کو جس حالت میں گزارتے ہیں اس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

فرماتا ہے کہ رات اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں بسر ہوتی ہے بہت کم سوتے ہیں صبح کو استغفار کرتے ہیں کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں دنوں میں خوف الہی ہوتا ہے امید رحمت ہوتی ہے اور راتوں کی گھڑیوں کو الہی کی عبادتوں میں گزارتے ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں کہ الہی عذاب جہنم ہم سے دور رکھو تو داغی اور لازمی عذاب ہے۔ جیسے کہ شاعر نے اللہ کی شان بتائی ہے کہ اِنْ يُعَذِّبْ يَكُنْ غَرَامًا وَاِنْ يُعْطِ حَزَنًا لَا تَنْفَالِحَ عَلَيْهِ لِيُحْيِيَ لِيَعْنِي اس کے عذاب بھی سخت اور لازمی اور ابدی اور اس کی عطا اور انعام بھی بے حد ان گنت اور بے حساب۔ جو چیز آئے اور ہٹ جائے وہ غرام نہیں۔ غرام وہ ہے جو آنے کے بعد ہٹے اور دور ہونے کا نام ہی نہ لے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ عذاب جہنم تاوان ہے جو کافر ان نعمت سے لیا جائے گا۔ انہوں نے اللہ کے دینے کو اس کی راہ میں نہیں لگایا۔ لہذا آج اس کا تاوان یہ بھرنا پڑے گا کہ جہنم کو پر کر دیں۔ وہ بری جگہ ہے بد منظر ہے تکلیف دہ ہے مصیبت ناک ہے۔

حضرت مالک بن حارث کا بیان ہے کہ جب دوزخی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنی مدت تک وہ نیچے ہی نیچے چلا جائے گا اس کے بعد جہنم کے ایک دروازے پر اسے روک دیا جائے گا اور کہا جائے گا آپ بہت بیا سے ہو رہے ہو گئے لہذا ایک جام تو نوش کرلو۔ یہ کہہ کر انہیں کالے ناگ اور زبریلے جھوڑوں کے زہر کا ایک پیالہ پلایا جائے گا جس کے پیتے ہی ان کی کھالیں الگ جھڑ جائیں گی بال الگ ہو جائیں گے گیس الگ جا پڑیں گی ہڈیاں جدا جدا ہو جائیں گی۔ حضرت عبید بن عسیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہنم میں گڑھے ہیں کنویں ہیں۔ ان میں سانپ ہیں جیسے سختی اونٹ اور چھو ہیں جیسے خچر جب کسی جہنمی کو جہنم میں ڈالا جاتا ہے تو وہ وہاں سے نکل کر آتے اور انہیں لپٹ جاتے ہیں۔ ہونٹوں پر سروسوں پر اور جسم کے اور حصوں پر ڈستے اور ڈنک مارتے ہیں جس سے ان کے سارے بدن میں زہر پھیل جاتا ہے اور پھٹنے لگتے ہیں۔ سارے سر کی کھال چمک رہی ہے۔ پھر وہ سانپ چلے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلا تارہ گا۔ یا حَنَّانَ يَا مَنَّانَ جب اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمائے گا جاؤ دیکھو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام آ کر دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال سر جھکائے آہ و زاری کر رہے ہیں۔ جا کر جناب باری میں خبر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے۔ جاؤ اور اسے لے آؤ۔ آپ حکم الہی جائیں گے اور اسے لا کر اللہ کے سامنے کھڑا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو کسی جگہ ہے؟ یہ جواب دے گا کہ الہی ٹھہرنے کی بھی بری جگہ اور سونے پینے کی بھی بدترین جگہ ہے۔ اللہ فرمائے گا اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس لے جاؤ تو یہ گڑ گڑائے گا۔ عرض کرے گا کہ اسے میرے اہم الرحمن اللہ جب کہ تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ بھر مجھے اس میں داخل کر دے مجھے تو تجھ سے رحم و کرم کی ہی امید ہے۔ الہی بس اب مجھ پر رحم فرما۔ جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہ ڈالے گا۔ اس مالک و رحمن و رحیم اللہ کو بھی رحم آ جائے گا اور فرمائے گا اچھا میرے بندے کو چھوڑ دو۔

اسراف کہلاتا ہے۔

﴿مَتَابًا﴾

○ ہے اور جو شخص تو بہ کر لے اور نیک عمل کرے وہ تو حقیقتاً اللہ کی طرف سے سچا رجوع کرتا ہے ○

سب سے بڑا گناہ؟ ☆☆ (آیت: ۶۸-۷۱) حضور ﷺ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: تیرا اللہ کے ساتھ شرک کرنا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا: اس سے کم؟ فرمایا: تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ تو اسے کھلانے کا کہاں سے؟ پوچھا: اس کے بعد؟ فرمایا: تیرا اپنے پڑوس کی کسی عورت سے بدکاری کرنا۔ پس اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں موجود ہے اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ باہر جانے لگے۔ تنہا تھے میں بھی ساتھ ہو گیا۔ آپ ایک اونچی جگہ بیٹھ گئے، میں آپ سے نیچے بیٹھ گیا اور اس تنہائی کے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر حضور ﷺ سے وہ سوالات کئے جو اوپر مذکور ہوئے۔ حجتہ الوداع میں حضور ﷺ نے فرمایا: چار گناہوں سے بہت بچو۔ اللہ کے ساتھ کا شرک، کسی حرمت والے نفس کا قتل، زنا کاری اور چوری۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: زنا کی بابت

فرماتے ہیں میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر جنم سے نکلے گا اور سب سے آخر جنت میں جائے گا۔ یہ ایک وہ شخص ہوگا جسے اللہ کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرس کرو چنانچہ اس سے سوال ہوگا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا؟ فلاں دن فلاں گناہ کیا تھا؟ یہ ایک کا بھی انکار نہ کر سکے گا۔ اقرار کرے گا۔ آخر میں کہا جائے گا کہ تجھے ہم نے ہر گناہ کے بدلے نیکی دی۔ اب تو اس کی باچھیں کل جائیں گی اور کہے گا میں نے اس سے میرے پروردگار میں نے اور بھی بہت سے اعمال کئے تھے جنہیں یہاں پا نہیں رہا۔ یہ فرما کر حضور ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کے مسوڑھے دیکھے جانے لگے (مسلم) آپ فرماتے ہیں کہ جب انسان سوتا ہے تو ہر فرشتہ شیطان سے کہتا ہے مجھے اپنا صحیفہ جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہیں دے دو دیتا ہے تو ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس گناہ وہ اس کے صحیفے سے مٹا دیتا ہے اور انہیں نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ پس تم میں سے جو بھی سونے کا ارادہ کرے وہ پچیس دفعہ اللہ اکبر کہے اور تینتیس دفعہ الحمد للہ کہے اور تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہے۔ یہل کر سمرتبہ ہو گئے۔ (طبرانی)

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں انسان کو قیامت کے دن نامہ اعمال دیا جائے گا وہ پڑھنا شروع کرے گا تو اوپر ہی اس کی برائیاں درج ہوں گی جنہیں پڑھ کر یہ کچھ ناامید سا ہونے لگے گا اسی وقت اس کی نظر نیچے کی طرف پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھی ہوئی پائے گا جس سے کچھ ڈھارس بندھ سکے۔ اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو وہاں کی برائیوں کو بھی بھلائیوں سے بدلا ہوا پائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بہت سے لوگ اللہ کے سامنے آئیں گے جن کے پاس بہت کچھ گناہ ہوں گے پوچھا گیا کہ وہ کون سے لوگ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جن کی برائیاں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنتی جنت میں چار قسم کے جائیں گے۔ متقین یعنی پرہیزگاری کرنے والے۔ پھر شاکرین یعنی شکر الہی کرنے والے۔ پھر خائفین یعنی خوف اللہ رکھنے والے۔ پھر اصحاب یحییٰ یعنی دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پانے والے۔ پوچھا گیا کہ انہیں اصحاب یحییٰ کیوں کہا جاتا ہے؟ جواب دیا اس لئے کہ انہوں نے نیکیاں بدایاں سب کی تھیں۔ ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ ملے اپنی بدیوں کا ایک ایک حرف پڑھ کر یہ کہنے لگے کہ الہی ہماری نیکیاں کہاں ہیں؟ یہاں تو سب بدایاں لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان بدیوں کو مٹا دے گا اور ان کے بدلے نیکیاں لکھ دے گا انہیں پڑھ کر خوش ہو کر اب تو یہ دوسروں سے کہیں گے کہ آؤ ہمارے اعمال نامے دیکھو۔ جنتیوں میں اکثر یہی لوگ ہوں گے۔ امام علی بن حسین زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں برائیوں کو بھلائیوں سے بدلنا آخرت میں ہوگا۔ کھول رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخشے گا اور انہیں نیکیوں میں بدل دے گا۔ حضرت کھول نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی کہ ایک بہت بڑے شخص نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بھنویں آنکھوں پر آگئی تھیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے کوئی ندراری کوئی گناہ کوئی بدکاری باقی نہیں چھوڑی۔ میرے گناہ اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اگر تمام انسانوں پر تقسیم ہو جائیں تو سب کے سب غضب الہی میں گرفتار ہو جائیں۔ کیا میری بخشش کی بھی کوئی صورت ہے؟ کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے نکل پڑھ لیا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری تمام برائیاں گناہ بدکاریاں سب کچھ معاف فرمادے گا بلکہ جب تک تو اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ تیری برائیاں بھلائیوں میں بدل دے گا۔ اس نے پھر پوچھا حضور ﷺ میرے چھوٹے بڑے گناہ سب صاف ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں سب کے سب پھر تو وہ شخص خوش خوش واپس جانے لگا اور تکبیر و تہلیل پکارتا ہوا لوٹ گیا۔ رضی اللہ عنہ (ابن ابی حاتم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر حضور ﷺ ہو کر عرض کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سارے ہی گناہ کئے ہوں جو جی میں آیا ہو پورا

یعنی شرک نہیں کرتے، بت پرستی سے بچتے ہیں، جھوٹ نہیں بولتے، فسق و فجور نہیں کرتے، کفر سے الگ رہتے ہیں، لغو اور باطل کاموں سے پرہیز کرتے ہیں، گانا نہیں سنتے، مشرکوں کی عیدیں نہیں مناتے، خیانت نہیں کرتے، بری مجلسوں میں نشست نہیں رکھتے، شرابیں نہیں پیتے۔ شراب خانوں میں نہیں جاتے، اس کی رغبت نہیں کرتے۔ حدیث میں بھی ہے کہ سچے مومن کو چاہئے اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر دوسرا شراب چل رہا ہو اور یہ بھی مطلب ہے کہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ صحیحین میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتا دوں؟ تم نے دفعہ بھی فرمایا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ہاں یا رسول ﷺ، آپ نے فرمایا، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، اس وقت تک آپ مجھ لگائے بیٹھے ہوئے تھے، اب اس سے الگ ہو کر فرمانے لگے، سنو اور جھوٹی بات کہنا، سنو اور جھوٹی گواہی دینا، اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش رسول ﷺ اب خاموش ہو جاتے۔ زیادہ ظاہر لفظوں سے تو یہ ہے کہ وہ جھوٹ کے پاس نہیں جاتے۔ اللہ کے ان بزرگ بندوں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ قرآن کی آیتیں سن کر ان کے دل دمل جاتے ہیں، ان کے ایمان اور توحید بڑھ جاتے ہیں، بخلاف کفار کے کہ ان پر کلام الہی کا اثر نہیں ہوتا، وہ اپنی بد اعمالیوں سے باز نہیں رہتے، نہ اپنا کفر چھوڑتے، نہ سرکشی و طغیانی اور جہالت و ضلالت سے باز آتے ہیں۔ ایمان والوں کے ایمان بڑھ جاتے ہیں۔ اور پیار دل والوں کی گندگی ابھر آتی ہے۔ پس کافر اللہ کی آجوں سے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں۔ ان مومنوں کی حالت ان کے برعکس ہے، نہ یہ حق سے بہرے ہیں نہ حق سے اندھے ہیں۔ سنتے ہیں، سمجھتے ہیں، نفع حاصل کرتے ہیں، اپنی اصلاح کرتے ہیں، ایسے بہت سے لوگ ہیں جو پڑھتے تو ہیں لیکن اندھا بین، بہرا، پیرا نہیں چھوڑتے۔ حضرت فہمی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص آتا ہے اور وہ دوسروں کو سجدے میں پاتا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ کس آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا ہے؟ تو کیا وہ بھی ان کے ساتھ سجدہ کر لے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی سجدہ نہ کرے اس لئے کہ اس نے نہ سجدے کی آیت پڑھی نہ نئی نہ سوچی تو مومن کو کوئی کام اندھا حد نہ کرنا چاہئے جب تک اس کے سامنے کسی چیز کی حقیقت نہ ہو اسے شامل نہ ہونا چاہئے۔

پھر ان بزرگ بندوں کی ایک دعایاں ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں کہ ان کی اولاد میں بھی ان کی طرح رب کی فرماں بردار عبادت گزار، موصدا اور غیر مشرک ہوں، تاکہ دنیا میں بھی اس نیک اولاد سے ان کا دل ٹھنڈا رہے اور آخرت میں بھی یہ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر خوش ہوں۔ اس دعا سے ان کی غرض خوبصورتی اور جمال کی نہیں بلکہ نیکی اور خوش خلقی کی ہے۔ مسلمان کی سچی خوشی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو دوست احباب کو اللہ کا فرماں بردار دیکھے۔ وہ ظالم نہ ہوں، بدکار نہ ہوں۔ سچے مسلمان ہوں۔ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر ایک صاحب فرمانے لگے، ان آنکھوں کو مبارک باد دو جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی زیارت کی ہے، کاش کہ ہم بھی حضور ﷺ کو دیکھتے اور تمہاری طرح فیض محبت حاصل کرتے۔ اس پر حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوئے تو تفسیر کہتے ہیں، مجھے تعجب معلوم ہوا کہ اس بات میں تو کوئی برائی نہیں۔ پھر یہ خفا کیوں ہو رہے ہیں؟ اس لئے میں حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس چیز کی آرزو کرتے ہیں جو قدرت نے انہیں نہیں دی، اللہ ہی کو علم ہے کہ یہ اگر اس وقت ہوتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ واللہ وہ لوگ بھی تو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے جنہوں نے نہ آپ کی تصدیق کی نہ تابعداری کی اور اندھے منہ جہنم میں گئے، تم اللہ کا یہ احسان نہیں ماننے کا، اللہ نے تمہیں اسلام میں اور مسلمان گروہوں میں پیدا کیا۔ پیدا ہوتے ہی تمہارے کانوں میں اللہ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پڑی اور ان بلاؤں سے تم بچائے گئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئی تھیں۔ حضور ﷺ تو ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے تھے جس وقت دنیا کی اندھیر گہری اپنی انتہا پر تھی۔ اس وقت دنیا والوں کے نزدیک بت پرستی سے بہتر کوئی مذہب نہ تھا۔ آپ مرقان لے کر آئے۔ حق و باطل میں تمیزی۔ باپ بیٹے جدا ہو گئے۔ مسلمان اپنے باپ دادوں بیٹوں پوتوں دوست احباب کو کفر پر دیکھتے۔ ان سے انہیں کوئی محبت یا رنج نہیں

ہوتا تھا بلکہ کھڑے تھے کہ یہ جنبی ہیں۔ اسی لئے ان کی دعائیں ہوتی تھیں کہ ہمیں ہماری اولاد اور بیویوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما کیونکہ کافروں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوتی تھیں۔ اس دعا کا آخر یہ ہے کہ ہمیں لوگوں کا رہبر بنا دے کہ ہم انہیں نیکی کی تعلیم دیں لوگ بھلائی میں ہماری اقتدا کریں۔ ہماری اولاد ہماری راہ چلتے تاکہ ثواب بڑھ جائے اور ان کی نیکیوں کا باعث بھی بن جائیں۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ انسان کے مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں۔ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے یا علم جس سے اس کے بعد نفع اٹھایا جائے یا صدقہ جاریہ۔

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَّ

سَلَامًا ۖ خُلِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۖ قُلْ مَا يَعْبُورُ

بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۖ

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا ○ اس میں یہ ہمیشہ ہیں گے وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے ○ کہہ دے اگر تمہاری دعا التجا نہ ہوتی تو میرا رب تو تمہاری مطلق پرواہ نہ کرتا تم تو جھٹلا چکے۔ اب مغرب اس کی سزا تمہیں چٹ جانے والی ہوگی ○

مومنوں کے اعمال اور اللہ تعالیٰ کے انعامات: ☆ ☆ (آیت: ۷۵-۷۷) مومنوں کی پاک صفیں، ان کے بھلے اقوال، عمدہ افعال بیان فرما کر ان کا بدلہ بیان ہو رہا ہے کہ انہیں جنت ملے گی۔ جو بلند تر جگہ ہے اس وجہ سے کہ یہ ان اوصاف پر جتے رہے۔ وہاں ان کی عزت ہو گی، اکرام ہوگا، ادب تعلیم ہوگی۔ احترام اور توقیر ہوگی۔ ان کے لئے سلامتی ہے۔ ان پر سلامتی ہے۔ ہر ہر دروازہ جنت سے فرشتے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور سلام کر کے کہتے ہیں کہ تمہارا انجام بہتر ہو گیا کیونکہ تم صبر کرنے والے تھے۔ یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ نکالے جائیں یہ نعمتیں کم ہوں نہ راحتیں فنا ہوں۔ یہ سعید بخت ہیں جنہوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے رہنے سہنے، راحت و آرام کرنے کی جگہ بڑی سہانی، پاک، صاف، طیب و طاہر ہے، دیکھنے میں خوش منظر رہنے میں آرام دہ۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت اور تسبیح و تہلیل کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر مخلوق یہ نہ بجالاتے تو وہ اللہ کے نزدیک نہایت حقیر ہے۔ ایمان کے بغیر انسان کا کارہ محض ہے۔ اگر اللہ کو کافروں کی چاہت ہوتی تو وہ انہیں بھی اپنی عبادت کی طرف جھکا دیتا لیکن اللہ کے نزدیک یہ کسی گنتی میں ہی نہیں۔ کافروں نے جھٹلایا۔ اب تم نہ سمجھو کہ بس معاملہ ختم ہو گیا۔ نہیں اس کا وبال تمہارے ساتھ ہی ساتھ ہے۔ دنیا اور آخرت میں تم برباد ہو گے اور عذاب الہی تم سے چمپے ہوئے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی بدر کے دن کفار کی بزمیت اور گسست تھی جیسے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مروی ہے قیامت کے دن کی سزا ابھی باقی ہے۔

الحمد للہ کہ سورہ فرقان کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ

تفسير سورة الشعراء

مالکؒ کی روایت کردہ تفسیر میں اس کا نام سورۃ جامعہ ہے۔ حروف مقطوعہ کی بحث سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں گزر چکی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طَسَمَ ۖ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ
أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ إِن نَّشَأْ نُنْزِلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً
فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ
مِّنَ الرَّحْمَنِ مُحَدِّثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ
كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْتَبَؤُا مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤْنَ ۝ أَوَلَمْ
يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝

محبوب حق، بخشش و کرم کرنے والے نام سے شروع

یہاں تیس روغن کتاب کی ہیں ○ ان کے ایمان نہ لانے پر شاید تو اپنی جان کھودے گا ○ اگر ہم چاہتے تو ان پر آسان سے کوئی ایسا نشان اتارتے کہ جس کے سامنے ان کی گردن خم ہو جائیں ○ ان کے پاس رحمان کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی یہی اسے رد و گردانی کرنے والے بن گئے ○ ان لوگوں نے جھٹلایا ہے اب ان کے پاس جلدی سے اس کی خبریں آ جائیں گی جس کے ساتھ خطر اٹھ کر رہے ہیں ○ کیا انہوں نے زمین پر نظریں نہیں ڈالیں کہ ہم نے اس میں ہر طرح کے نقش جوڑے کس قدر لگاے ہیں ○

تعارف قرآن حکیم: ☆ ☆ (آیت: ۱-۷) پھر فرمان ہے کہ یہ آیتیں قرآن میں کی ہیں جو بہت واضح، بالکل صاف اور حق و باطل، بھلائی برائی کے درمیان فیصلہ اور فرق کرنے والا ہے۔ ان لوگوں کے ایمان نہ لانے سے آپ رب نجدہ خاطر اور ٹھنکین نہ ہوں۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٌ تَوَّانَ كَٱلْإِيمَانِ نَلَانِے پر حسرت و انفس نہ کر۔ اور آیت میں ہے فَلَعَلَّكَ بَآخِغِ نَفْسِكَ ٱلْخٰكِيْنَ ایتوں میں کہ تو ان کے پیچھے اپنی جان گنوا دے۔ چونکہ ہماری یہ چاہت ہی نہیں کہ لوگوں کو ایمان پر زبردستی کریں، اگر یہ ہم چاہے تو کوئی ایسی چیز آسمان سے اتارتے کہ یہ ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے مگر ہم تو ان کا اختیار ایمان طلب کرتے ہیں۔ اور آیت میں ہے وَلَوْ بَٱشَاءَ رَبُّكَ لَآ مَنَّ مَن فِى ٱلْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ٱلْخٰكِیْنَ اگر تیرا رب چاہے تو روئے زمین کے تمام لوگ مومن ہو جائیں۔ کیا تو لوگوں پر جبر کرے گا جب تک کہ وہ مومن نہ ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے اگر تیرا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ یہ اختلاف دین و مذہب بھی اس کا مقرر کیا ہوا ہے اور اس کی حکمت کو ظاہر کرنے والا ہے اس نے رسول بھیج دئے، کتابیں اتار دیں، اپنی دلیل و حجت قائم کر دی انسان کو ایمان لانے نہ لانے میں مختار کر دیا۔ اب جس راہ پر وہ چاہے لگ جائے۔ جب کبھی کوئی آسمانی کتاب نازل ہوئی، بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔ باوجود تیری پوری آرزو کے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہیں گے۔ سورہ یاسین میں فرمایا ہندوں پر انفس ہوں ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ اور آیت میں ہے ہم نے بے درجے پیغمبر بھیجے لیکن جس امت کے

پاس ان کا رسول آیا اس نے اپنے رسول کو جھٹلائے میں کی نہ کی۔ یہاں بھی اس کے بعد ہی فرمایا کہ نبی آخر الزماں کی قوم نے بھی اسے جھٹلایا ہے۔ انہیں بھی اس کا بدلہ عذریہ مل جائے گا۔ ان خالموں کو بہت جلدی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس راہ ڈالے گئے ہیں؟ پھر اپنی شان و شوکت، قدرت و عظمت، عزت و رفعت بیان فرماتا ہے کہ جس کے پیغام اور جس کے قاصد کو تم جھوٹا کہہ رہے ہو وہ اتنا بڑا قادر و قیوم ہے کہ اسی ایک نے ساری زمین بنائی ہے اور اس میں جاندار اور بے جان چیزیں پیدا کی ہیں۔ کھیت، پھل، باغ و بہار سب اسی کا پیدا کردہ ہے۔ شعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگ زمین کی پیداوار ہیں ان میں جو جنتی ہیں وہ کریم ہیں اور جو دوزخی ہیں وہ کجوں ہیں۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۵﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۶﴾

بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ مومن نہیں ہیں ○ اور تیرا رب یقیناً وہی غالب اور مہربان ہے ○

(آیت: ۸-۹) اس میں قدرت خالق کی بہت سی نشانیاں ہیں کہ اس نے پھیل ہوئی زمین کو اور اونچے آسمان کو پیدا کر دیا۔ باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ انہیں اس کے نبیوں کو جھوٹا کہتے ہیں اس کی کتابوں کو نہیں مانتے اس کے حکموں کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس کے منع کردہ کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ بیشک تیرا رب ہر چیز پر غالب ہے اس کے سامنے مخلوق عاجز ہے۔ ساتھ ہی وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے نافرمانوں کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا تاخیر اور ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنے کرتوتوں سے باز آجائیں لیکن پھر بھی جب وہ راہ راست پر نہیں آتے تو انہیں جنتی سے پکڑ لیتا ہے اور ان سے پورا انتقام لیتا ہے ہاں جو توبہ کرے اور اس کی طرف جھکے اور اس کا فرمانبردار ہو جائے وہ اس پر اس کے ماں باپ سے بھی زیادہ رحم و کرم کرتا ہے۔

وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ إِنَّ اتِّ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۵﴾ قَوْمَ
فِرْعَوْنَ لَا يَتَّقُونَ ﴿۶﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ﴿۷﴾
وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ ﴿۸﴾
وَلَهُمْ عَلَىٰ ذُنُوبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿۹﴾ قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا
بِآيَاتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ ﴿۱۰﴾ فَآتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا
رُسُلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۱﴾ أَنْ أَرْسِلَ مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿۱۲﴾

جب کہ تیرے رب نے موسیٰ کو آواز دی کہ تو کچھ رلوگوں کے پاس جا ○ قوم فرعون کے پاس کیا وہ پرہیز گاری نہ کریں گے ○؟ کہنے لگے کہ میرے پروردگار مجھے تو خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلائے نہ لگیں ○ میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے۔ میری زبان چلی نہیں رہی۔ تو تو ہارون کی طرف بھی دینی بھیج ○ اور ان کا مجھ پر میرے ایک قصور کا دعویٰ بھی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے مار نہ ڈالیں ○ جناب باری نے فرمایا ہرگز ایسا نہ ہوگا تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ۔ ہم خود سننے والے تمہارے ساتھ ہیں ○ تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں ○ کہ تو ہمارے

ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دے ○

موسیٰ علیہ السلام اور اللہ جل شانہ کے مکالمات: ☆☆ (آیت ۱۰-۱۷) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور اپنے رسول اور اپنے کلمہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو حکم دیا تھا اسے بیان فرما رہا ہے کہ طور کے دائیں طرف سے آپ کو آواز دی، آپ سے سرگوشیاں کیں آپ کو اپنا رسول ﷺ اور برگزیدہ بنایا اور آپ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا جو ظلم پر کمر بستہ تھے۔ اور اللہ کا ڈراور پرہیز گاری نام کو بھی ان میں نہیں رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی چند کمزوریاں جناب باری تعالیٰ کے سامنے بیان کیں جو عنایت الہی سے دور کر دی گئیں جیسے سورہ طہ میں آپ کے سوالات پورے کر دیئے گئے۔ یہاں آپ کے عذر یہ بیان ہوئے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ میرا سینہ تنگ ہے میری زبان لکنت والی ہے ہارون کو بھی میرے ساتھ نبی بنادیا جائے اور میں نے ان ہی میں سے ایک قبیلے کو بلا تصور مار ڈالا تھا جس وجہ سے میں نے مصر چھوڑا اب جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ مجھ سے بدلہ نہ لے لیں۔ جناب باری نے جواب دیا کہ کسی بات کا کھکا نہ رکھو۔ ہم تیرے بھائی کو تیرا ساتھی بنادیتے ہیں اور تمہیں روشن دلیل دیتے ہیں۔ وہ لوگ تمہیں کوئی ایذا نہ پہنچا سکیں گے، میرا وعدہ ہے کہ تم کو غالب کروں گا۔ تم میری آیتیں لے کر جاؤ تو کبھی میری مدد تمہارے ساتھ رہے گی، تمہاری ان کی سب باتیں سننا ہوں گا۔

جیسے فرمان ہے، تم میں دونوں کے ساتھ ہوں، ستنا دیکھتا رہوں گا۔ میری حفاظت، میری مدد، میری نصرت و تائید تمہارے ساتھ ہے۔ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس پر اپنی رسالت کا اظہار کرو۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ اس سے کہو کہ ہم دونوں میں سے ہر ایک اللہ کا فرستادہ ہے۔ فرعون سے کہا کہ تو ہمارے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دے۔ وہ اللہ کے مومن بندے ہیں، تو نے انہیں اپنے غلام بنا رکھا ہے اور ان کی حالت زبوں کر رکھی ہے، ولت کے ساتھ ان سے اپنے کام لیتا ہے اور انہیں عذابوں میں جکڑ رکھا ہے۔ اب انہیں آزاد کر دے۔

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ
سِنِينَ ۖ وَفَعَلْتَ فَعَلْتِكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَ أَنْتَ مِنَ
الْكَافِرِينَ ۖ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذْ أَوَّانَا مِنَ الْمُضَلِّينَ ۖ فَفَرَرْتُ
مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُمْكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَ جَعَلَنِي مِنَ
الْمُرْسَلِينَ ۖ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتُ بَنِي
إِسْرَءِيلَ ۖ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ۖ قَالَ رَبُّ
السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِنَّكُمْ مُوقِنِينَ ۖ قَالَ لِمَنْ
حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ۖ

فرعون کہنے لگا کہ کیا ہم نے تجھے تیرے بچپن کے زمانہ میں اپنے ہاں نہیں پالا تھا؟ اور تو نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہم میں نہیں گزارے؟ ○ پھر تو ہانا وہ کام کر گیا جو کر گیا اور تو ہاں شکر دوں میں ہے ○ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اس کام کو اس وقت کیا تھا جب کہ میں راہ بھولے ہوئے لوگوں میں سے تھا ○ پھر تم سے خوف کھا کر میں تم میں سے بھاگ گیا۔ پھر مجھے میرے رب نے حکم و علم عطا فرمایا اور مجھے اپنے پیغمبروں میں سے کر دیا ○ مجھ پر تیرا کیا سبکی وہ احسان ہے جسے جفا کر

اس کے بدلے تو نبی اسرائیل کو اپنی غلامی میں رکھنا چاہتا ہے؟ ○ فرعون نے کہا 'رب العالمین کون ہے؟' ○ حضرت موسیٰ نے فرمایا 'وہ آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم یقین رکھنے والے ہو' ○ فرعون اپنے ارد گرد والوں سے کہنے لگا کہ کیا تم سن نہیں رہے؟ ○

(آیت: ۱۸-۲۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس پیغام کو فرعون نے نہایت حقارت سے سنا۔ اور آپ کو ڈانٹ کر کہنے لگا کہ کیا تو وہی نہیں کہ ہم نے تجھے اپنے ہاں پالا۔ ملا توں تک تیری خبر گیری کرتے رہے۔ اس احسان کا بدلہ تو نے یہ دیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو مار ڈالا اور ہماری ناشکری کی۔ جس کے جواب میں حضرت کلیم اللہ علیہ صلوات اللہ نے فرمایا 'یہ سب باتیں نبوت سے پہلے کی ہیں جب کہ میں خود بے خبر تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں بجائے مِنْ الصَّالِحِينَ کے مِنْ الْجَاهِلِينَ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ ہی فرمایا کہ پھر وہ پہلا حال جاتا رہا دوسرا دور آیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر تیری طرف بھیجا' اب اگر تو میرا کہا مانے گا تو سلامتی پائے گا اور میری نافرمانی کرے گا تو ہلاک ہوگا۔ اس خطا کے بعد جب کہ میں تم میں سے بھاگ گیا' اس کے بعد اللہ کا یہ فضل مجھ پر ہوا۔ اب پرانے قصے یاد نہ کر۔ میری آواز پر لبیک کہہ۔ سن اگر ایک مجھ پر تو نے احسان کیا ہے تو میری قوم کی قوم پر تو نے ظلم و تعدی کی ہے۔ ان کو بری طرح غلام بنا رکھا ہے' کیا میرے ساتھ کا سلوک اور ان کے ساتھ کی یہ سنگدلی اور بدسلوکی برابر برابر ہو جائے گی؟

(آیت: ۲۳-۲۵) چونکہ فرعون نے اپنی رعیت کو بہکا رکھا تھا اور انہیں یقین دلا دیا تھا کہ معبود اور رب صرف میں ہی ہوں میرے سوا کوئی نہیں اس لئے ان سب کا عقیدہ یہی تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رب العالمین کا رسول علیہ السلام ہوں تو اس نے کہا کہ رب العالمین ہے کیا چیز؟ مقصد یہی تھا کہ میرے سوا کوئی رب ہے ہی نہیں۔ تو جو کہہ رہا ہے محض غلط ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ اس نے پوچھا۔ فَمَنْ رَبُّكُمَا يُنْصِتُ موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اس کے جواب میں کلیم اللہ نے فرمایا۔ جس نے ہر ایک کی پیدائش کی ہے اور جو سب کا بادی ہے۔ یہاں پر یہ یاد رہے کہ بعض منطقیوں نے یہاں ٹھوک کھائی ہے اور کہا ہے کہ فرعون کا سوال اللہ کی مابیت سے تھا یہ محض غلط ہے اس لئے کہ مابیت کو تو جب پوچھتا جب کہ پہلے وجود کا قائل ہوتا۔ وہ تو سرے سے اللہ کے وجود کا منکر تھا۔ اپنے اسی عقیدے کو ظاہر کرتا تھا اور ایک ایک کو یہی عقیدہ گھونٹ گھونٹ کر پلارہا تھا کہ اس کے خلاف دلائل و براہین اس کے سامنے کھل گئے تھے۔

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۸﴾ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي
أَرْسَلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿۱۹﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا
بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲۰﴾

حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے ○ فرعون کہنے لگا 'لو کہ تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو یقیناً دیوانہ ہے ○ حضرت موسیٰ نے فرمایا وہی مشرق و مغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو ○

(آیت: ۲۱-۲۸) پس اس کے اس سوال پر کہ رب العالمین کون ہے؟ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ جو سب کا خالق ہے سب کا مالک ہے سب پر قادر ہے سب کا معبود ہے' یکتا ہے اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ عالم علوی آسمان اور اس کی مخلوق عالم ظلی زمین اور اس کی کائنات سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ ان کے درمیان کی چیزیں ہوا پرند وغیرہ سب اس کے سامنے ہیں اور اس کے عبادت گزار ہیں۔ اگر تمہارے دل یقین کی دولت سے محروم نہیں لگا ہیں روشن ہیں تو رب العالمین کے یہ اوصاف اس کی ذات کے ماننے

کے لئے کافی ہیں۔ یہ بن کر فرعون سے چونکہ کوئی جواب نہ بن سکا اس لئے بات کو مذاق میں ڈالنے کے لئے لوگوں کو اپنے کھائے بتائے ہوئے عقیدے پر جمانے کے لئے ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا 'لو اور سنو یہ میرے سوا کسی اور کو ہی خدا مانتا ہے؟ تعجب کی بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی اس بے اتفاقی سے گھبرائے نہیں اور وجود الہی کے اور دلائل بیان کرنے شروع کر دینے کہ وہ تم سب کا اور تمہارے اگلوں کا مالک اور پروردگار ہے۔ آج اگر تم فرعون کو اللہ مانتے ہو تو ذرا اسے تو سوچو کہ فرعون سے پہلے جہاں والوں کا اللہ کون تھا؟ اس کے وجود سے پہلے آسمان وزمین کا وجود تھا تو ان کا موجد کون تھا؟ بس وہی میرا رب ہے۔ وہی تمام جہانوں کا رب ہے۔ اسی کا بھیجا ہوا میں ہوں۔ فرعون دلائل کی اس بارش کی تاب نہ لا سکا۔ کوئی جواب بن نہ پڑا تو کہنے لگا اسے چھوڑو۔ یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے سوا دوسرے کو رب کیوں مانتا۔ کلیم اللہ نے پھر بھی اپنی دلیلوں کو جاری رکھا اس کے لغو کلام سے بے تعلق ہو کر فرمانے لگے کہ سنو میرا اللہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اور وہی میرا رب ہے۔ وہ سورج چاند ستارے مشرق سے چڑھتا ہے۔ مغرب کی طرف اترتا ہے۔ اگر فرعون اپنے الہی دعوے میں سچا ہے تو ذرا ایک دن اس کا خلاف کر کے دکھا دے۔ یعنی انہیں مغرب سے نکالے اور مشرق کو لے جائے۔ یہی بات خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے بادشاہ سے بوقت مناظرہ کہی تھی۔ پہلے تو اللہ کا وصف بیان کیا کہ وہ جلاتا مارتا ہے لیکن اس بے وقوف نے جب کہ اس وصف کا اللہ کے ساتھ مختص ہونے کا انکار کیا اور کہنے لگے یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں تو آپ نے باوجود اسی دلیل میں بہت سی گنجائش ہونے کے اس سے بھی واضح دلیل اس کے سامنے رکھی کہ اچھا میرا رب مشرق سے سورج نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال اب تو اس کے حواس گم ہو گئے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی بتا تو ذرا اسی واضح اور روشن دلیلیں سن کر فرعون کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ سمجھ گیا کہ اگر ایک میں نے نہ مانا تو کیا؟ یہ واضح دلیلیں ان سب لوگوں پر تو اثر کر جائیں گی۔ اس لئے اب اپنی قوت کو کام میں لانے کا ارادہ کر لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرانے دھمکانے لگا جیسے آگے رہا ہے۔

قَالَ لَئِنْ اَتَّخَذْتُ الْهٰٓءَا غَيْرِيْ لَاجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿١٠٠﴾
 قَالَ اَوْلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠١﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖ اِنْ كُنْتَ
 مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَاَلْقٰٓى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثَعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾
 وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَاۤءٌ لِّلنَّظْرِ ﴿١٠٤﴾ قَالَ لِّلْمَلٰٓئِكَةِ اِنَّ
 هٰذَا السَّحَرُ عَلِيْمٌ ﴿١٠٥﴾ يُرِيْدُ اَنْ يُخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ
 فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾ قَالُوْٓا۟ اَرْجِهٖ وَاَخَاهُ وَاَبْعَثْ فِي الْمَدٰٓئِنِ
 حٰشِرٰتِنَ ﴿١٠٧﴾ يَّا تٰوَلَّكَ بِكُلِّ سَخٰرٍ عَلِيْمٌ ﴿١٠٨﴾

فرعون کہنے لگا 'سن لے اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا' موسیٰ کہنے لگا اگر میں تیرے پاس کوئی ظاہر چیز لے آؤں؟
 فرعون نے کہا اگر تو مجھ میں ہے تو اسے پیش کر کہ آپ نے اسی وقت اپنی پہلی ڈال دی جو چاہے حکم کھلاز بردست اڈو ہاں گئی اور اللہ بانہ کھینچ کر نکالا تو وہ بھی اسی وقت ہر دیکھنے والے کو سفید چمکیا نظر آنے لگا فرعون اپنے آس پاس کے سرداروں سے کہنے لگا 'بھئی یہ تو کوئی بڑا دانا جاوہر گر ہے' یہ تو چاہتا ہے کہ اپنے جاوہر کے زور سے تمہیں تمہارے شہر سے ہی نکال دے۔ تاؤ اب تم کیا حکم دیتے ہو؟ ان سب نے کہا آپ اسے اور اس کے بھائی کو تو چھوڑ بیٹے اور تمام شہروں میں جمع

کرنے والے بھیج دیجئے ○ جو آپ کے پاس تمام ذی علم جادوگروں کو لے آئیں ○

فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا مباحثہ: ☆ (آیت: ۲۹-۳۷) جب مباحثے میں فرعون ہار ڈیل و بیان میں غالب نہ آ سکا تو قوت و طاقت کا مظاہرہ کرنے لگا اور سطوت و شکوت سے حق کو دبانے کا ارادہ کیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ میرے سوا کسی اور کو معبود بنانے کا تو جیل میں سزا سزا کر تیری جان لے لوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی چونکہ وعظ و نصیحت تو کر رہی تھے آپ نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی اسے اور اس کی قوم کو دوسری طرح قائل کروں تو فرمانے لگے کیوں جی میں اگر اپنی چٹائی پر کسی ایسے معجزے کا اظہار کروں کہ تمہیں بھی قائل ہونا پڑے تب؟ فرعون سو اس کے کیا کر سکتا تھا کہ کیا کچھ! اگر سچا ہے تو پیش کر۔ آپ نے سننے ہی اپنی لکڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی اُسے زمین پر ڈال دیا۔ بس اس کا زمین پر گرنا تھا کہ وہ ایک اڑدھ کی شکل بن گئی۔ اور اڑدھ بھی بہت بڑا تیز چلیوں والا ایبت ناک و راؤنی اور خوفناک شکل والا نہمچاڑے ہوئے پھینکا رہا۔ ساتھ ہی اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا نکلا۔ فرعون کی قسمت چونکہ ایمان سے خالی تھی ایسے واضح معجزے دیکھ کر بھی اپنی بدبختی پر اڑا رہا اور تو کچھ بن نہ پڑا اپنے ساتھیوں اور درباریوں سے کہنے لگا، یعنی یہ تو بڑا جادوگر نکلا۔ پس اپنے والوں کو اس نے روکنا چاہا کہ کہیں وہ اسے معجزہ نہ سمجھ لیں۔ ان سے کہنے لگا کہ یہ تو جادو کے کرشمے ہیں۔ بیشک اتنا تو میں بھی مان گیا کہ یہ اپنے فن جادوگری میں استاد کامل ہے۔ پھر انہیں حضرت موسیٰ کی دشمنی پر آمادہ کرنے کے لئے ایک اور بات بنائی کہ یہ ایسے ہی شہدے دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لے گا۔ اور جب کچھ لوگ اس کے ساتھی ہو جائیں گے تو یہ علم بغاوت و بلند کر دے گا۔ پھر تمہیں مغلوب کر کے اس ملک میں اپنا قبضہ کر لے گا۔ لو اس کے استیصال کی کوشش ابھی سے کرنی چاہئے۔ بتلاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟۔ قدرت اللہ کی دیکھو کہ فرعونین سے اللہ نے وہ بات کہلوائی جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عام تبلیغ کا موقع ملے اور لوگوں پر حق واضح ہو جائے۔ یعنی جادوگروں کو مقابلہ کے لئے بلواتا۔

فَجَمَعَ السَّحَرَةَ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢٩﴾ وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَمِعُونَ ﴿٣٠﴾ لَعَلَّنا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿٣١﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَإِنَّا لَلْأَجْرَاءُ إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٣٣﴾ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْفُونَ ﴿٣٤﴾ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعَصِيَّتَهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿٣٥﴾

پھر ایک مقررہ دن کے وعدے پر تمام جادوگر جمع کئے گئے ○ اور عام لوگوں سے بھی کہہ دیا گیا کہ تم بھی مجمع میں حاضر ہو جاؤ گے؟ ○ تاکہ اگر جادوگر غالب آ جائیں تو ہم ان کی ہی بیرونی کریں ○ جادوگر آ کر فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا ○؟ فرعون نے کہا یہی خوشی ہے بلکہ ایسی صورت میں تم میرے خاص درباری بن جاؤ گے ○ حضرت موسیٰ نے جادوگروں سے فرمایا جو کچھ تمہیں ڈالنا ہے ڈال دو ○ انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈال دیں اور کہنے لگے عزت فرعون کی قسم ہم یقیناً یقیناً غالب ہی رہیں گے ○

مناظرہ کے بعد مقابلہ: ☆ ☆ (آیت: ۳۸-۴۴) مناظرہ زبانی ہو چکا۔ اب مناظرہ عملاً ہو رہا ہے۔ اس مناظرہ کا ذکر سورہ اعراف سورہ طہ اور اس سورت میں ہے۔ قبطیوں کا ارادہ اللہ کے نور کے بھانے کا تھا اور اللہ کا ارادہ اس کی نورانیت کے پھیلانے کا تھا۔ پس اللہ کا ارادہ غالب رہا۔ ایمان و کفر کا مقابلہ جب کبھی ہوا ایمان کفر پر غالب ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر غالب کرتا ہے باطل کا سر پھٹ جاتا ہے اور لوگوں کے باطل ارادے ہوا میں اڑ جاتے ہیں۔ حق آ جاتا ہے باطل بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ ہر اک شہر میں سپاہی بھیجے گئے۔ چاروں طرف سے بڑے بڑے تائی گرامی جادوگر جمع کئے گئے جو اپنے فن میں کامل اور استاد زمانہ تھے۔ کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد بارہ یا پندرہ یا سترہ یا انیس یا کچھ اوپر تیس یا اسی ہزار کی یا اس سے کم و بیش تھی۔ صحیح تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ان تمام کے استاد اور سردار چار شخص تھے۔ ساہورہ عاذور حطیط اور مصفی۔ چونکہ سارے ملک میں شور مچ چکا تھا چاروں طرف سے لوگوں کے غول کے غول وقت مقررہ سے پہلے مصر میں جمع ہو گئے۔ چونکہ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ رعیت اپنے بادشاہ کے مذہب پر ہوتی ہے۔ سب کی زبان سے یہی نکلتا تھا کہ جادوگروں کے غلبہ کے بعد ہم تو ان کی راہ لگ جائیں گے۔ یہ کسی کی زبان سے نہ نکلا کہ جس طرف حق ہو گا ہم اسی طرف ہو جائیں گے۔ اب موقعہ پر فرعون مع اپنے جاہ و حشم کے نکلا۔ تمام امرا و رؤسا ساتھ تھے۔ لشکر فوج، پلٹن ہمراہ تھی جادوگروں کو اپنے دربار میں اپنے سامنے بلوایا۔ جادوگروں نے بادشاہ سے عہد لینا چاہا۔ اس لئے کہا کہ جب ہم غالب آ جائیں تو بادشاہ ہمیں اپنے انعامات سے محروم تو نہیں رکھیں گے؟ فرعون نے جواب دیا۔ واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ نہ صرف انعام بلکہ میں تو تمہیں اپنے خاص رؤسا میں شامل کر لوں گا اور تم ہمیشہ میرے پاس اور میرے ساتھ ہی رہا کرو گے۔ تم میرے مقرب بن جاؤ گے۔ میری تمام تر توجہ تمہاری ہی طرف رہے گی۔ وہ خوش خوش میدان کی طرف چل دیے۔ وہاں جاکر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے۔ بولو تم پہلے اپنی استادی دکھاؤ تو یہاں ہم دکھائیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ نہیں تم ہی پہلے اپنی بھڑاس نکال لو تا کہ تمہارے دل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے؟ یہ جواب پاتے ہی انہوں نے اپنی چھڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں اور کہنے لگے فرعون کی عزت سے ہمارا ہی غلبہ رہے گا۔

فَالْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۷۷﴾ فَالْقَىٰ
السَّحَرَةُ سِحْرَدَيْنِ ﴿۷۸﴾ فَالْوَا أَمَّا بِرَبِّ الْعَلَمِينَ ﴿۷۹﴾ رَبِّ
مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۸۰﴾ قَالَ أَمْنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ أَدْنٰ لَكُمْ إِنَّهُ
لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۸۱﴾
لَا قُطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا وَصْلَبَتْكُمْ
أَجْمَعِينَ ﴿۸۲﴾

اب حضرت موسیٰ نے بھی اپنی گلاڑی میدان میں ڈال دی جس نے اسی وقت ان کے بنائے کھلونوں کو ٹھنڈا شروع کر دیا ○ یہ دیکھتے ہی جادوگر سجدے میں ڈال دیئے گئے ○ اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم تو اللہ رب العالمین پر ایمان لائے ○ یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب پر ○ فرعون کہنے لگا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان لا چکے۔ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا سردار ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ سو تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا۔ قسم ہے میں بھی تمہارے ساتھ پاؤں لائے طور پر کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا ○

(آیت: ۳۵-۳۸) جیسے جاہل عوام جب کسی کام کو کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ فلاں کے ثواب سے۔ سورہ اعراف میں ہے جادو گروں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔ انہیں ہیبت میں ڈال دیا اور بڑا بھاری جادو ظاہر کیا۔ سورہ طہ میں ہے کہ ان کی آنکھیں اور رسیاں ان کے جادو سے ہلتی جلتی معلوم ہونے لگیں۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں جگڑی تھپی اسے میدان میں ڈال دیا جس نے سارے میدان میں ان کی جو کچھ نظر بند یوں کی چیزیں تھیں سب کو ہضم کر لیا۔ پس حق ظاہر ہو گیا اور باطل دب گیا اور ان کا کیا کرایا سب غارت ہو گیا۔ یہ کوئی ہلکی سی بات اور تھوڑی سی دلیل نہ تھی۔ جادو گر تو اسے دیکھتے ہی مسلمان ہو گئے کہ ایک شخص اپنے استادوں فن کے مقابلے میں آتا ہے اس کا حال جادو گروں کا سنا نہیں۔ وہ کوئی بات نہیں کرتا۔ یقیناً ہمارا صرف نگاہوں کا فریب جادو ہے اور اس کے پاس الہی معجزہ ہے۔ وہ تو اسی وقت وہیں کے وہیں اللہ کے سامنے سجدے میں گر گئے اور اسی مجمع میں سب کے سامنے اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لا چکے۔ پھر اپنا قول اور اوضح کرنے کے لئے یہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا کہ رب العالمین سے ہماری مراد وہ رب ہے جسے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اپنا رب کہتے ہیں۔ اتنا بڑا معجزہ اس قدر انقلاب فرعون نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ملعون کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ پھر بھی آنکھیں نہ کھلیں اور دشمن جاں ہو گیا اور اپنی طاقت سے حق کو کچلنے لگا اور کہنے لگا کہ ہاں میں جان گیا۔ موسیٰ تم سب کا استاد تھا۔ اسے تم نے پہلے سے بھیج دیا۔ پھر تم بظاہر مقابلہ کرنے کے لئے آئے اور باطنی مشورے کے مطابق میدان ہار گئے اور اس کی بات مان گئے۔ پس تمہارا یہ کرکھل گیا۔

جرات و ہمت والے کامل ایمان لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۳۹) سبحان اللہ کہیے کامل الایمان لوگ تھے حالانکہ ابھی ہی ایمان میں آئے تھے لیکن ان کے مبرد ثبات کا کیا کہنا۔ فرعون جیسا ظالم و جاہر حاکم پاس کھڑا ڈرا دھکا رہا ہے اور وہ ڈر اور بے خوف ہو کر اس کی فشا کے خلاف جواب دے رہے ہیں۔ حجاب کفر دل سے دور ہو گئے ہیں۔ اس وجہ سے سید شعوک کہ مقابلے پر آ گئے ہیں اور مادی طاقتوں سے بالکل مرعوب نہیں ہوتے۔ ان کے دلوں میں یہ بات جم گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ کا دیا ہوا معجزہ ہے۔ کسب کیا ہوا جادو نہیں۔ اسی وقت حق کو قبول کیا۔ فرعون آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم نے تو مجھے کوئی چیز ہی نہ سمجھا۔ مجھ سے باغی ہو گئے۔ مجھ سے پوچھا مجھے نہیں اور موسیٰ کی ماں نے یہ کہہ کر پھر اس خیال سے کہ کہیں حاضرین مجلس پر ان کے ہار جانے بلکہ پھر مسلمان ہو جانے کا اثر نہ پڑے۔ اس نے انہیں ذلیل سمجھا۔ ایک بات بنائی اور کہنے لگا کہ ہاں تم سب اس کے شاگرد ہو اور یہ تمہارا استاد ہے۔ تم سب خورد ہو اور یہ تمہارا بزرگ ہے۔ تم سب کو اسی نے جادو سکھایا ہے۔ اس مکارہ کو دیکھو یہ صرف فرعون کی بے ایمانی اور دغا بازی تھی ورنہ اس سے پہلے نہ جادو گروں نے حضرت کلیم اللہ کو دیکھا تھا نہ اللہ کے رسول علیہ السلام ان کی صورت سے آشنا تھے۔ پیغمبر رب تو جادو جانتے ہی نہ تھے کسی کو کیا سکھا؟ عقل مندی کے خلاف یہ بات کہہ کر پھر دھکا کا شروع کیا اور اپنی ظالمانہ روش پر اتر آیا۔ کہنے لگا میں تمہارے سب کے ہاتھ پاؤں الٹی طرف سے کاٹ دوں گا اور تمہیں منڈے منڈے بنا کر پھر رسولی دوں گا۔ کسی ایک کو بھی اس سزا سے نہ چھوڑوں گا۔

قَالُوا لَا صَبِيرًا ۖ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ۚ إِنَّا نَطْمَعُ ۖ أَن يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا ۚ خَطِئْنَا ۖ أَكْثَرُ ۚ أَوَلَمْ نُؤْمِنْ بِكَ ۖ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَن أَسْرِ بِعِبَادِي ۖ إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ ۚ فَارْسَلْ ۖ فِرْعَوْنَ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۚ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَشَرٌّ ذِمَّةٌ ۖ قَلِيلُونَ ۚ

انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ہی ○ اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان والے بنے ہیں۔ ہمیں امید پڑتی ہے کہ ہمارا

رب ہماری سب خطائیں معاف فرمادے ○ ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو نکال لے چل ○ تم سب پیچھا کیا جاؤ گے ○ فرعون نے شہر میں جمع کرنے والوں کو بھیج دیا کہ یقیناً یہ گروہ بہت ہی کم تعداد ہے ○

(آیت: ۵۰-۵۱) سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ راجاجی اس میں حرج ہی کیا ہے؟ جو تم سے ہو سکے، گزر کر دو۔ ہمیں مطلق پرواہ نہیں۔ ہمیں تو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ہمیں اسی سے صلہ لینا ہے۔ جتنی تکلیف تو ہمیں دے گا، اتنا اجر و ثواب ہمارا رب ہمیں عطا فرمائے گا۔ حق پر مصیبت سہتا بالکل معمولی بات ہے جس کا ہمیں مطلق خوف نہیں۔ ہماری تو اب یہی ایک آرزو ہے کہ ہمارا رب ہمارے اگلے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ کرے۔ جو مقابلہ تو نے ہم سے کرایا ہے اس کا وبال ہم پر سے ہٹ جائے اور اس کے لئے ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی وسیلہ نہیں کہ ہم سب سے پہلے اللہ والے بن جائیں۔ ایمان میں سبقت کریں۔ اس جواب پر وہ اور بھی بگڑا اور ان سب کو اس نے قتل کر دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(آیت: ۵۲-۵۳) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا بہت سارا زمانہ ان میں گزرا۔ اللہ کی آیتیں ان پر واضح کر دیں لیکن ان کا سر نہ بچا نہ ہوا، ان کا تکبر نہ ٹوٹا، ان کی بددعاؤں میں کوئی فرق نہ آیا۔ تو اب سوائے اس کے کوئی چیز باقی نہ رہی کہ ان پر عذاب الہی آ جائے اور یہ غارت ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی وحی آئی کہ راتوں رات بنی اسرائیلیوں کو لے کر میرے حکم کے مطابق چل دو۔ بنو اسرائیل نے اس موقع پر قبطیوں سے بہت سے زیور بطور عاریت کے لئے اور چاند چڑھنے کے وقت چپ چاپ چل دیئے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس رات چاند گرہن تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راستے میں دریافت فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ بنو اسرائیل کی ایک بڑھیانے قبر بتلا دی۔ آپ نے تابوت یوسف اپنے ساتھ اٹھالیا۔ کہا گیا ہے کہ خود آپ نے ہی اسے اٹھایا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت تھی کہ بنی اسرائیل جب یہاں سے جانے لگیں تو آپ کا تابوت اپنے ہمراہ لیتے جائیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کسی اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے۔ اس نے آپ کی بڑی خاطر تواضع کی۔ واپسی میں آپ نے فرمایا، کبھی ہم سے مدینے میں بھی مل لینا، کچھ دنوں بعد اعرابی آپ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، کچھ چائے؟ اس نے کہا ہاں۔ ایک توافقی دسبج مع ہودج کے اور ایک بکری دیتے ہو جو دودھ دیتی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا۔ صحابہ علیہ السلام نے پوچھا، وہ واقعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، جب حضرت کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ بھول گئے۔ ہزار کوشش کی لیکن راہ نہیں ملی۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا، یہ کیا اندیشہ ہے؟ تو علما بنو اسرائیل نے کہا، بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آخری وقت ہم سے عہد کیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی یہاں سے اپنے ساتھ لیتے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تربت کہاں ہے؟ سب نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں جانتے۔ ہم میں سے سوائے ایک بڑھیانے کے اور کوئی بھی آپ کی قبر سے واقف نہیں۔ آپ نے اس بڑھیانے کو پاس آ دی بھیج کر اس سے کہلوا لیا کہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر دکھا۔ بڑھیانے نے کہا ہاں دکھاؤں گی لیکن پہلے اپنے حق لے لوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جنت میں آپ کا ساتھ مجھے میسر ہو۔ آپ پر اس کا یہ سوال بہت بھاری پڑا۔ اسی وقت وحی آئی کہ اس کی بات مان لو اور اس کی شرط منظور کرو۔ اب وہ آپ کو ایک جمیل کے پاس لے گئی جس کے پانی کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا۔ کہا کہ اس کا پانی نکال ڈالو۔ جب پانی نکال ڈالا اور زمین نظر آنے لگی تو کہا، اب یہاں کھودو۔ کھودنا شروع ہوا تو قبر ظاہر ہو گئی اسے ساتھ رکھ لیا، اب جو چلنے لگے تو راستہ صاف نظر آنے لگا اور سیدھی راہ لگ گئے۔ لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے بلکہ زیادہ قریب تو یہ ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہی نہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ لوگ تو اپنے راستے لگ گئے۔ ادھر فرعون اور فرعونوں کی صبح کے وقت جو آنکھ کھلتی ہے تو چونکہ اراغلام وغیرہ کوئی نہیں۔ سخت پیچ و تاب کھانے لگے اور

بارے غصے کے سرخ ہو گئے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ نبی اسرائیل تورات کو سب کے سب فرار ہو گئے ہیں تو اور بھی سنانا چھا گیا۔ اسی وقت اپنے لشکر جمع کرنے لگا۔ سب کو جمع کر کے ان سے کہنے لگا کہ یہ بنی اسرائیل کا ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔

وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِطُونَ ۖ وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حٰذِرُونَ ۖ فَأَخْرِجْنَهُمْ مِّنْ جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ۖ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۖ كَذٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ ۖ

اور اس پر یہ ہمیں سخت غصہ ناک کر رہے ہیں ○ اور یقیناً ہم بڑی جماعت ہیں ان سے خطرہ رکھنے والے ○ بالآخر ہم نے انہیں باغات سے اور چشموں سے خزانوں سے ○ اور اچھے اچھے مقامات سے نکال باہر کیا ○ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنادیا ○

(آیت: ۵۵-۵۹) محض ذلیل و کمین اور قلیل لوگ ہیں۔ ہر وقت ان سے ہمیں کوفت ہوتی رہتی ہے، تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ اور پھر ہر وقت ہمیں ان کی طرف سے دغدرغبی لگا رہتا ہے یہ معنی حاذِرُونَ کی قرأت پر ہیں سلف کی ایک جماعت نے اسے حاذِرُونَ بھی پڑھا ہے یعنی ہم ہتھیار بند ہیں۔ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ اب انہیں ان کی سرکشی کا مزہ چکھا دوں۔ ان سب کو ایک ساتھ گھیر گمار کر گامزویٰ کی طرح کاٹ کر ڈال دوں اللہ کی شان ایسی بات اسی پر لوٹ پڑی اور وہ معافی قوم اور لاؤ لشکر کے بیک وقت ہلاک ہوا۔ لعنة الله عليه و علی من تبعه۔ جناب باری کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی طاقت اور کثرت کے گھمنڈ پر بنی اسرائیل کے تعاقب میں انہیں نیست و نابود کرنے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے اس پر ہم نے انہیں ان کے باغات، چشموں، نہروں، خزانوں اور باروتی مکانوں سے خارج کیا اور جنم واصل کیا۔ وہ اپنے بلند و بالا شوکت و شان والے محلات پر بے بھرے باغات جاری نہر میں غرقانے، سلطنت، ملک، تخت و تاج، جاہ و مال سب چھوڑ کر بنی اسرائیل کے پیچھے مصر سے نکلے۔ اور ہم نے ان کی یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کو لوہا دیں جو آج تک پست حال تھے۔ ذلیل و نادار تھے۔ چونکہ ہمارا ارادہ وہ چکا تھا کہ ہم ان کمزوروں کو ابھاریں اور ان کے بڑے لوگوں کو برسرِ ترقی لائیں اور انہیں پیشوا اور وارث بنادیں وہ ارادہ ہم نے پورا کیا۔

فَاتَّبَعُوهُمْ مُّشْرِقِينَ ۖ فَلَمَّا تَرَا۟ الْجَمْعُ إِلَىٰ مُوسَىٰ ۖ قَالَ أَصْحَابُ مُّوسَىٰ ۖ إِنَّا لَمُدْرِكُونَ ۖ قَالَ كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۖ فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ ۖ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ ۖ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۖ وَازْلَفْنَا ثَمَّ الْآخِرِينَ ۖ وَاجْتَبَيْنَا مُوسَىٰ ۖ وَمِنْ مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ۖ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخِرِينَ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۖ

پس فرعونی سورج نکلنے لگے بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے ○ جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے بس اب

تو ہم پکڑ لئے گئے ○ موئی نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ یقین مانو کہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے جو مجھے ابھی ابھی اور دکھا دے گا ○ ہم نے موئی کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لکڑی مار۔ اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا شل بڑے سارے پہاڑ کے ہو گیا ○ اور ہم نے اسی جگہ دونوں کو نزدیک لاکڑا کر دیا ○ اور موئی کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دے دی ○ پھر اور سب دوسروں کو ڈوبو دیا ○ یقیناً اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان والے نہیں ○ اور بے شک تیرا رب بڑا ہی غالب و مہربان ہے ○

فرعون اور اس کا لشکر غرق دریا ہو گیا: ☆ ☆ (آیت: ۶۰-۶۸) فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر اور تمام رعایا کو مصر اور بیرون مصر کے لوگوں کو اپنے والوں کو اور اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر بڑے طس طراق اور ٹھاٹھ سے بنی اسرائیل کو تہس نہس کرنے کے ارادے سے چلا۔ بعض کہتے ہیں ان کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی تھی۔ ان میں سے ایک لاکھ تو صرف سیاہ رنگ گھوڑوں پر سوار تھے لیکن یہ خبر اہل کتاب کی ہے جو تامل طلب ہے۔ کعبؑ سے تو مروی ہے کہ آٹھ لاکھ ایسے گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہمارا تو خیال ہے کہ یہ سب بنی اسرائیل کی مبالغہ آمیز روایتیں ہیں۔ اتنا تو قرآن سے ثابت ہے کہ فرعون اپنی کل جماعت کو لے کر چلا مگر قرآن نے ان کی تعداد بیان نہیں فرمائی نہ اس کا علم ہمیں کچھ نفع دینے والا ہے۔ طلوع آفتاب کے وقت ان کے پاس یہ پہنچ گیا۔ کافروں نے مومنوں کو اور مومنوں نے کافروں کو دیکھ لیا۔ حضرت موئی علیہ السلام کے ساتھیوں کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ موئی اب بتاؤ کیا کریں۔ پکڑ لئے گئے آگے بحر قلزم ہے۔ پیچھے فرعون کا نڈی دل لشکر ہے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ ظاہر ہے کہ نبیؐ غیر نبی کا ایمان یکساں نہیں ہوتا۔ حضرت موئی علیہ السلام نہایت خشنودے دل سے جواب دیتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں، تمہیں کوئی ایذا نہیں پہنچ سکتی میں اپنی رائے سے تمہیں لے کر نہیں نکلا بلکہ احکم الحاکمین کے حکم سے تمہیں لے کر چلا ہوں۔ وہ وعدہ خلاف نہیں۔ ان کے اگلے حصے پر حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ انہی کے ساتھ حضرت یوشع بن نون تھے یا آل فرعون کا مومن شخص تھا۔ اور حضرت موئی علیہ السلام لشکر کے آخری حصہ میں تھے۔ گھبراہٹ کے مارے اور راہ نہ ملنے کی وجہ سے سارے بنو اسرائیل ہکا بکا ہو کر ٹھہر گئے اور اضطراب کے ساتھ جناب کلیم المہدی علیہ السلام سے دریافت فرمانے لگے کہ اسی راہ چلئے گا اللہ کا حکم تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اتنی دیر میں تو فرعون کا لشکر سر پر آ پہنچا۔ اسی وقت پروردگار کی وحی آئی کہ اے نبیؐ علیہ السلام اس دریا پر اپنی لکڑی مارو۔ اور پھر میری قدرت کا کرشمہ دیکھو۔ آپ نے لکڑی ماری جس کے ٹکٹے ہی بحکم الہی پانی پھٹ گیا اس پریشانی کے وقت حضرت موئی علیہ السلام نے جو دعا مانگی وہ ابن ابی حاتم میں ان الفاظ سے مروی ہے۔ يَا مَنْ كَانَ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ اَلْمُكْوِنُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَ اَلْكَائِنُ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ اَجْعَلْ لَنَا مَخْرَجًا يَدْعَا حضرت موئی علیہ السلام کے منہ سے نکلی یہ تھی کہ اللہ کی وحی آئی کہ دریا پر اپنی لکڑی مارو۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس رات اللہ تعالیٰ نے دریا کی طرف پہلے ہی سے وحی بھیج دی تھی کہ جب میرے پیغمبر حضرت موئی علیہ السلام آئیں اور تجھے لکڑی ماریں تو تو ان کی بات سننا اور ماننا، پس سمندر میں رات بھر تلاطم رہا۔ اس کی موجیں ادھر ادھر سر کر آتی پھریں کہ نہ معلوم حضرت موئی علیہ السلام کب اور کدھر سے آ جائیں اور مجھے لکڑی ماریں۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے خبر نہ لگے اور میں ان کی حکم بجا آوری نہ کر سکوں۔ جب بالکل کنارے پہنچ گئے تو آپ کے ساتھی حضرت یوشع بن نون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”اے نبیؐ علیہ السلام! اللہ کا آپ کو کیا حکم ہے؟“ آپ نے فرمایا ”نبیؐ کہ میں سمندر پر اپنی لکڑی ماروں۔“ انہوں نے کہا۔ ”پھر کیا دیر ہے؟“ چنانچہ آپ نے لکڑی مار کر فرمایا ”اللہ کے حکم سے تو پھٹ اور مجھے چلنے کا راستہ دے دے۔“ اسی وقت وہ پھٹ گیا راستے بچ میں صاف نظر آنے لگے اور اس کے آس پاس پانی بطور پہاڑ کے کھڑا ہو گیا۔ اس میں بارہ راستے نکل آئے بنو اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے۔ پھر قدرت الہی سے ہر دوزخ کے درمیان جو پہاڑ حائل تھا اس میں طاق سے بن گئے تاکہ ہر ایک دوسرے کو سلامت رودی سے آتا ہوا دیکھے۔ پانی مثل دیواروں کے ہو گیا اور ہوا کو حکم

ہوا اس نے درمیان سے پانی کو اور زمین کو خشک کر کے راستے صاف کر دیے ہیں اس خشک راستے سے آپ مع اپنی قوم کے بے مکلف جانے لگے۔ پھر فرعونین کو اللہ تعالیٰ نے دریا سے قریب کر دیا۔ پھر موسیٰ بنواسرائیل اور سب کو نجات مل گئی۔ اور باقی سب کافروں کو ہم نے ڈبو دیا۔

ننان میں سے کوئی بچا نہ ان میں سے کوئی ڈوبا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ فرعون کو جب بنواسرائیل کے بھاگ جانے کی خبر ملی تو اس نے ایک بکری ذبح کی اور کہا 'اس کی کھال اترے اس سے پہلے میرے چھ لاکھ لشکر جمع ہو جانا چاہئے۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام بھاگ بھاگ دریا کے کنارے جب پہنچ گئے تو دریا سے فرمانے لگے تو پھٹ جا۔ کہیں ہٹ جا اور ہمیں جگہ دے دے' اس نے کہا 'یہ کیا بکری کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا میں اس سے پہلے بھی کبھی پھنسا ہوں؟ اور ہٹ کر کسی انسان کو جگہ دی ہے جو تجھے دوں گا؟ آپ کے ساتھ جو بزرگ محض تھے انہوں نے کہا 'اے نبی اللہ علیہ السلام کیا یہی راستہ اور یہی جگہ اللہ کی بتائی ہوئی ہے؟' آپ نے فرمایا 'ہاں یہی' انہوں نے کہا 'پھر نہ تو آپ جموئے ہیں نہ آپ سے غلط فرمایا گیا ہے' آپ نے دوبارہ یہی کہا لیکن پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ اس بزرگ محض نے دوبارہ بھی یہی سوال جواب کیا۔ اسی وقت وحی اتری کہ سمندر پر اپنی لکڑی مار۔ اب آپ کو خیال آیا اور لکڑی ماری۔ لکڑی لگتی ہی سمندر نے راستہ دے دیا۔ بارہ راہیں ظاہر ہو گئیں۔ ہر فرقہ اپنے راستے کو پہچان گیا اور اپنی راہ پر چل دیا اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے یہ اطمینان تمام چل دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل کو لے کر پار لنگل گئے اور فرعون ان کے تعاقب میں سمندر میں آ گئے کہ اللہ کے حکم سے سمندر کا پانی جیسا تھا وہیسا ہو گیا اور سب کو ڈبو دیا۔ جب سب سے آخری بنی اسرائیل نکلا اور سب سے آخری قبیلہ سمندر میں آ گیا۔ اسی وقت جناب باری تعالیٰ کے حکم سے سمندر کا پانی ایک ہو گیا اور سارے کے سارے قبیلے ایک ایک کر کے ڈبو دیئے گئے۔ اس میں بڑی عجب تہر کا نشانی ہے کہ کس طرح گنہگار برباد ہوتے ہیں اور نیک کردار شاد ہوتے ہیں لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان جیسی دولت سے محروم ہیں۔ چنگ تیرا رب عزیز و رحیم ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْرَاهِيمَ ؑ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ؕ
 قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنُظِلُّ لَهَا عَڪْفِيْنَ ؕ قَالَ هَلْ
 يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ؕ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ؕ
 قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ؕ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ
 مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ؕ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ الْاَقْدَمُوْنَ ؕ
 فَاتْلُهُمْ عَذُوْلٰى الْاَرَبِ الْعَلَمِيْنَ ؕ

انہیں ابراہیم کا واقعہ بھی سنا دو ○ جب کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کسی کی عبادت کرتے ہو؟ ○ انہوں نے جواب دیا کہ بتوں کی ہم تو بار بار ان کے عبادت پر بیٹھے رہے ہیں ○ آپ نے فرمایا تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں؟ یا جنہیں نفع یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟ ○ انہوں نے کہا یہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا ○ آپ نے فرمایا کچھ خبر بھی ہے؟ جنہیں تم پوجا رہے ہو ○ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا ○ وہ سب میرے دشمن ہیں جو سچے اللہ کے جو تمام جہان کا پالنہار ہے ○

ابراہیم علیہ السلام علامت توحید پرستی ☆ ☆ (آیت: ۶۹-۷۸) تمام موحدوں کے باپ اللہ کے بندے اور رسول اور ظلیل حضرت ابراہیم علیہ افضل الخیہ والتسلیم کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ واقعہ سنا دیں۔ تاکہ وہ اخلاص، توکل

اور اللہ واحد کی عبادت اور شرک اور مشرکین سے بیزاری میں آپ کی اقتدا کریں۔ آپ اول دن سے لہجہ کی توحید پر قائم تھے اور آخر دن تک اسی توحید پر جمے رہے۔ اپنی قوم سے اور اپنے باپ سے فرمایا کہ یہ بت پرستی کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پرانے وقت سے ان بتوں کی مجاوری اور عبادت کرتے چلے آتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اس غلطی کو ان پر واضح کر کے ان کی غلط روش بے نقاب کرنے کے لئے ایک بات اور بھی بیان فرمائی کہ تم جو ان سے دعائیں کرتے ہو اور دوزخ و نیرنگ سے انہیں پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا جس نفع کے حاصل کرنے کے لئے تم انہیں بلاتے ہو وہ نفع تمہیں وہ پہنچا سکتے ہیں؟ یا اگر تم ان کی عبادت چھوڑ دو تو کیا وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اس کا جواب جو قوم کی طرف سے ملنا وہ صاف ظاہر ہے کہ ان کے معبودان کا مومنوں میں سے کسی کام کو نہیں کر سکتے۔ انہوں نے صاف کہا کہ ہم تو اپنے بڑوں کی تقلید کی وجہ سے بت پرستی پر جمے ہوئے ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان سے اور ان کے معبودان باطل سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان کر دیا۔ صاف فرمایا کہ تم اور تمہارے معبودوں سے میں بیزار ہوں جن کی تم اور تمہارے باپ دادا پرستش کرتے رہے۔ ان سب سے میں بیزار ہوں۔ وہ سب میرے دشمن ہیں میں صرف سچے رب العالمین کا پرستار ہوں میں موجد و مخلص ہوں۔ جاؤ تم سے اور تمہارے معبودوں سے جو ہو سکے، کرو۔ حضرت نوح نبی علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا 'تم اور تمہارے سارے معبودوں کو اگر میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو تو کی نہ کرو۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا 'تم میں سے اور اللہ کے سوا تمہارے خدا کے سوا باقی معبودوں سے بیزار ہوں۔ تم سب اگر مجھے کچھ نقصان پہنچا سکتے ہو تو جاؤ پہنچالو۔ میرا بھروسہ اپنے رب کی ذات پر ہے تمام جان و دار اس کے ماتحت ہیں وہ سیدھی راہ والا ہے۔ اسی طرح خلیل الرحمن علیہ صلوات الرحمن نے فرمایا کہ میں تمہارے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ ڈرتو تمہیں میرے رب سے رکھنا چاہئے جو سچا اللہ ہے۔ آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مجھ میں 'تم میں عداوت ہے۔ میں اے باپ تجھ سے اور تیری قوم سے اور تیرے معبودوں سے بری ہوں' صرف اپنے رب سے میری آرزو ہے کہ وہ مجھے راہ راستے دکھلائے۔ اسی کو یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا ہوا۔

نہ کلہ بتالیا۔

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۖ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۖ
وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۖ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ۖ
وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۖ

جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے ○ وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے ○ اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے ○ اور وہ مجھے مار ڈالے گا ○ پھر زندہ کر دے گا ○ اور جس سے مجھے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روزِ جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا ○

خلیل اللہ کی تعریف: ☆☆ (آیت: ۷۸-۸۲) حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنے رب کی صفات بیان فرماتے ہیں کہ میں تو ان اوصاف والے رب کا ہی عابد ہوں۔ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کروں گا۔ پہلا وصف یہ کہ وہ میرا خالق ہے۔ اسی نے اندازہ مقرر کیا ہے اور وہی مخلوقات کی اس کی طرف رہبری کرتا ہے۔ دوسرا وصف یہ کہ وہ ہادی حقیقی ہے جسے چاہتا ہے اپنی راہ مستقیم پر چلاتا ہے جسے چاہتا ہے اسے غلط راہ پر لگا دیتا ہے۔ تیسرا وصف میرے رب کا یہ ہے کہ وہ رزاق ہے آسمان و زمین کے تمام اسباب اسی نے مہیا کئے ہیں۔ بادلوں کا اٹھانا، پھیلا نا، ان سے بارش کا برسرنا، اس سے زمین کو زندہ کرنا، پھر پیداوار کا اگانا اسی کا کام ہے۔ وہی مٹھاوار پیراس بھانجے والا

پانی ہمیں دیتا ہے اور اپنی اور مخلوق کو بھی غرض کھلانے پلانے والا وہی ہے۔ ساتھ ہی بیماری تندرستی بھی اسی کے ہاتھ ہے۔ لیکن غلیل اللہ علیہ السلام کا کمال ادب دیکھئے کہ بیماری کی نسبت تو اپنی طرف کی اور شفا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ گو بیماری بھی اسی کی قضاء و قدر ہے اور اسی کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ یہی لطافت سورہ فاتحہ کی دعا میں بھی ہے کہ انعام و ہدایت کی اسناد تو رب العالم کی طرف کی ہے اور غضب کے فاعل کو حذف کر دیا ہے اور ضلالت بندے کی طرف منسوب کر دی ہے۔ سورہ جن میں جنت کا قول بھی ملاحظہ ہو جہاں انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والی مخلوق کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے؟ یہاں بھی بھلائی کی نسبت رب کی طرف کی گئی اور برائی کے ارادے میں یہ نسبت ظاہر نہیں کی گئی۔ اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ جب میں بیمار پڑتا ہوں تو میری شفاء پر بجز اس اللہ کے اور کوئی قادر نہیں۔ دوامی تاثیر پیدا کرنا بھی اسی کے بس کی چیز ہے۔ موت و حیات پر قادر بھی وہی ہے۔ ابتدا و انتہا اسی کے ہاتھ ہے اسی نے پہلی پیدائش کی ہے وہی دوبارہ لوٹائے گا۔ دنیا اور آخرت میں گناہوں کی بخشش پر بھی وہی قادر ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ غفور و رحیم وہی ہے۔

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۖ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ
صَدِيقٍ فِي الْآخِرِينَ ۖ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۖ
وَاعْفُ عَنِّي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۖ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۖ
يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۖ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ
سَلِيمٍ ۖ

اے اللہ مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے ○ اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ ○ اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے ○ اور میرے باپ کو بخش دے۔ یقیناً وہ گمراہوں میں تھا ○ اور جس دن کہ لوگ دوبارہ جلائے جائیں مجھے رسوا نہ کر ○ جس دن کہ مال اور اولاد دیکھ کا م نہ آئے گی ○ لیکن فائدے والا وہی ہوگا جو اللہ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے ○

حکم سے کیا مراد ہے؟ ☆☆ (آیت ۸۳-۸۹) حکم سے مراد علم عقل کتاب الہی اور نبوت ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مجھے یہ چیزیں عطا فرما کر دنیا اور آخرت میں ایک لوگوں میں شامل رکھ۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے رسول کریم ﷺ نے بھی آخری وقت میں دعا مانگی تھی کہ الہی اعلیٰ رفیقوں میں ملا دے تین بار یہی دعا کی۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کی یہ دعا بھی مروی ہے اَللّٰهُمَّ اٰخِيْنَا مُسْلِمِيْنَ وَاٰمِنَتَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحَقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ حَزَاۤيَا وَلَا مُبْتَالِيْنَ یعنی اے اللہ! ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور کافر مسلمان کی حالت میں ہی موت دے اور نیکیوں میں ملا دے۔ درآئیمالیکہ نہ رسوائی ہو نہ تبدیلی۔ پھر اور دعا کرتے ہیں کہ میرے بعد بھی میرا ذکر خیر لوگوں میں جاری رہے۔ لوگ نیک باتوں میں میری اقتدا کرتے رہیں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا ذکر پچھلی نسلوں میں باقی رکھا۔ ہر ایک آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ کسی نیک بندے کی نیکی ادا کرتا نہیں کرتا۔ ایک جہاں ہے جن کی زبانیں آپ کی تعریف و توصیف سے تر ہیں۔ دنیا میں بھی اللہ نے انہیں اونچائی اور بھلائی دی۔ عموماً ہر مذہب و ملت کے لوگ غلیل اللہ علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ میرا یہ ذکر جیل جہاں دنیا میں باقی رہے وہاں آخرت میں بھی جنتی بنایا جاؤں۔ اور الہی میرے گمراہ باپ کو بھی معاف فرما۔ لیکن اپنے کافر باپ

کے لئے یہ استغفار کرنا ایک وعدہ پر تھا۔ جب آپ پر اس کا دشمن اللہ ہونا کھل گیا کہ وہ کفر پر ہی مرا تو آپ کے دل سے اس کی عزت و محبت جاتی رہی اور استغفار کرنا بھی ترک کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام بڑے صاف دل اور بردبار تھے۔ ہمیں بھی جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روش پر چلنے کا حکم ملا ہے وہیں یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اس بات میں ان کی پیروی نہ کرنا۔ پھر دعا کرتے ہیں کہ مجھے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچالینا۔ جب کہ تمام اگلی کھلی مخلوق زندہ ہو کر ایک میدان میں کھڑی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد سے ملاقات ہوگی۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کا منہ ذلت سے اور گردوغبار سے آلودہ ہو رہا ہے اور روایت میں ہے کہ اس وقت آپ جناب باری تعالیٰ میں عرض کریں گے کہ پروردگار تیرا مجھ سے قول ہے کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرے گا۔ اللہ فرمائے گا: سن لے جنت تو کافر پر قطعاً حرام ہے اور روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو اس حالت میں دیکھ کر فرمائیں گے کہ دیکھ میں تجھے نہیں کہہ رہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا پاپ جواب دے گا کہ اچھا پاپ نہ کروں گا۔

آپ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے کہ پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس دن مجھے رسوا نہ فرمائے گا۔ اب اس سے بڑھ کر اور رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ اس طرح رحمت سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے ذلیل علیہ السلام میں نے تو جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ پھر فرمائے گا ابراہیم دیکھ تیرے پیروں تلے کیا ہے؟ آپ دیکھیں گے کہ ایک بد صورت بوجھنچڑیانی میں تنہا کھڑا ہے جس کے پاؤں پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ حقیقتاً یہی ان کے والد ہوں گے جو اس صورت میں کر دیئے گئے اور اپنی مقررہ جگہ پہنچا دیئے گئے۔ اس دن انسان اگر اپنا فدیہ مال سے ادا کرنا چاہے گود نیا بھر کے خزانے دے دیں گے سو بڑے ناس دن اولاد کا فائدہ دے گی تمام اہل زمین کو اپنے بدلے میں دینا چاہے پھر بھی لا حاصل۔ اس دن نفع دینے والی چیز ایمان، اخلاص اور شرک اور اہل شرک سے بیزاری ہے جس کا دل صالح ہو یعنی شرک و کفر کے میل کھیل سے صاف ہو اللہ کو سچا جانتا ہو قیامت کو یقینی ماننا ہو دودھ بارہ کے جی اٹھنے پر ایمان رکھتا ہو اللہ کی توحید کا قائل اور عامل ہو نفاق وغیرہ سے دل مرعش نہ ہو بلکہ ایمان و اخلاص اور نیک عقیدے سے دل صبح اور تندرست ہو بدعتوں سے نفرت رکھتا ہو اور سنت سے اطمینان اور الفت رکھتا ہو۔

وَأَزَلِفَتْ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَبُرْزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِينَ ۝
وَقِيلَ لَهُمْ آيِنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۝ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ۝ فَكَبِكُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ۝

پرہیزگاروں کے لئے جنت بالکل نزدیک لادی جائے گی ○ اور گمراہ لوگوں کے لئے جہنم ظاہر کر دی جائے گی ○ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ جن کی تم پوجا کرتے رہے وہ کہاں ہیں ○ جو اللہ کے سوا تھے کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں ○ یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں ○ اب تو وہ سب اور کل گمراہ لوگ جہنم میں اوپر تلے ڈال دیئے جائیں گے ○

نیک لوگ اور جنت: ☆ ☆ (آیت: ۹۰-۹۳) جن لوگوں نے نیکیاں کیں جنہیں بُرائیوں سے بچے تھے جنت اس دن ان کے پاس ہی ان کے سامنے ہی زیب و زینت کے ساتھ موجود ہوگی۔ اور مشرکوں کے لئے اسی طرح جہنم ظاہر ہوگی۔ اس میں سے ایک گمراہوں نکل کھڑی ہوگی جو کنگھاروں کی طرف غضبناک تیزروں سے نظر ڈالے گی۔ اور اس طرح شور مچائے گی کہ دل اڑ جائیں گے۔ اور مشرکوں سے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرمایا جائے گا کہ تمہارے معبودان باطل جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے تھے کہاں ہیں۔ کیا وہ تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں ○ یا خود اپنی ہی مدد کر

کہتے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ عابد و معبود سب دوزخ میں اُلٹے لٹک رہے ہیں اور بخل، بھمن رہے ہیں۔ تابع و متبوع سب اوپر تلے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٥٦﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٥٧﴾
تَاللّٰهِ إِنَّ كُتَالَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٥٨﴾ اِذْ نَسَوْنَكُمْ بَرِّبِ الْعَالَمِينَ ﴿٥٩﴾
وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٦٠﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ﴿٦١﴾
وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿٦٢﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوتَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٣﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٥﴾

اور ابلیس کے تمام کے تمام لشکر بھی ○ وہاں آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے کہیں گے ○ کہ قسم اللہ کی یقیناً ہم تو کھلی غلطی پر تھے ○ جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے ○ اور ہمیں تو سو اناں بدکاروں کے کسی اور نے گمراہ نہیں کیا تھا ○ اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں ○ اور نہ کوئی سچا غم خوار دوست ○ اگر کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر جانا ملتا تو ہم تو کچے سچے مومن بن جاتے ○ یہ ماجرا یقیناً ایک زبردست نشان ہے ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ○ یقیناً تیرا پروردگار ہی غالب مہربان ہے۔

(آیت: ۹۵-۱۰۴) ساتھ ہی ابلیس کے کل لشکر بھی اول سے لے کر آخر تک - وہاں سفلے لوگ بڑے لوگوں سے جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زندگی بھر تمہاری مانی - آج تم ہمیں عذابوں سے کیوں نہیں چھڑاتے - سچ تو یہ ہے کہ ہم ہی بالکل گمراہ تھے راہ سے دور ہو گئے تھے کہ تمہارے احکام ربانی احکام کے مثل سمجھ بیٹھے تھے - اور رب العالمین کے ساتھ ہی تمہاری بھی عبادت کرتے رہے گویا تمہیں رب کے برابر سمجھے ہوئے تھے - افسوس ہمیں اس غلط اور خطرناک راہ پر بھرموں نے لگائے رکھا - اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں رہا - آپس میں پوچھیں گے کہ کیا کوئی ہمارا شفیع ہے؟ جو ہماری شفاعت کرے یا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ کہ ہم دوبارہ دنیا کی طرف لوٹائے جائیں؟ اور وہاں جا کر اب تک کے کئے ہوئے اعمال کے خلاف عمل کریں - جہاں ہمارا کوئی سفارشی ہمیں نظر نہیں آتا وہاں کوئی قریبی سچا دوست بھی نہیں دکھائی دیتا کہ وہی ہماری ہمدردی و غمخواری کرے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر کسی صالح شخص سے ہماری دوستی ہوتی تو وہ آج ضرور ہمیں نفع دیتا اور اگر کوئی ہمارا دلی محبت ہوتا تو وہ ضرور ہماری شفاعت کے لئے آگے بڑھتا اور اگر ہمیں پھر سے دنیا میں جانا ملتا تو ہم آپ اپنے ان بد اعمال کا تذکرہ کر لیتے اپنے رب کی ہی مانتے اور اسی کی عبادتیں کرتے - لیکن حق تو یہ ہے کہ یہ بد بخت اذلی اگر دوبارہ بھی دنیا میں لائے جائیں تو وہی بد اعمالیاں پھر سے شروع کر دیں - سورہ میں بھی ان جہنمیوں کے جھگڑے کا بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کا یہ جھگڑا یقیناً ہوگا۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ فرمایا اور جو ابلیس انہیں دیں اور ان پر توحید کی وضاحت کی اس میں یقیناً اللہ کی الوہیت پر اور اس کی یکتائی پر صاف برہان موجود ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں - اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تیرا پالنا ہمارا پروردگار پرورے غلبے اور قوت والا ساتھ ہی بخشش و رحم والا ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا
تَتَّقُونَ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ
وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ
الْعَالَمِينَ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ قَالُوا أَتُؤْمِنُ لَكَ
وَاتَّبَعَكَ الْإِرْذَلُونَ ۖ قَالَ وَمَا عَلَيَّ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۖ
إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَى رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ۖ وَمَا أَنَا بِطَارِدٍ
الْمُؤْمِنِينَ ۖ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۖ

قوم نوح نے بھی نبیوں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کہ کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں؟ ○ سنو میں تمہاری طرف اللہ کا امانت دار رسول ہوں ○ تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے اور میری مانتی چاہئے ○ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے ○ پس تم اللہ کا خوف رکھو اور میری فرمانبرداری کرو ○ قوم نے جواب دیا کہ کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں؟ تیری تابعداری تو سفلے لوگوں کی ہے ○ آپ نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ وہ پہلے کیا کرتے رہے؟ ○ ان کا حساب تو صرف میرے رب کے ذمے ہے اگر تمہیں شعور ہو تو ○ میں ایمانداروں کو دھکے دینے والا نہیں ○ میں تو صاف طور پر

ڈرادیے والا ہوں ○

بت پرستی کا آغاز ☆ ☆ (آیت: ۱۰۵-۱۱۰) زمین پر سب سے پہلے جب بت پرستی شروع ہوئی اور لوگ شیطانی راہوں پر چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولوالعزم رسولوں کے سلسلے کو حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کیا جنہوں نے آ کر لوگوں کو اللہ کے عذابوں سے ڈرایا اور اس کی سزاؤں سے انہیں آگاہ کیا لیکن وہ اپنے ناپاک کرتوتوں سے باز نہ آئے غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑی بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھوٹا کہا ان کے دشمن بن گئے اور ایذا رسانی کے درپے ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا جھٹلانا گویا تمام پیغمبروں سے انکار کرنا تھا۔ اس لئے آیت میں فرمایا گیا کہ قوم نوح نے نبیوں کو جھٹلایا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے پہلے تو انہیں اللہ کا خوف کرنے کی نصیحت کی کہ تم جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو اللہ کے عذاب کا تمہیں ڈر نہیں؟ اس طرح توحید کی تعلیم کے بعد اپنی رسالت کی تلقین کی اور فرمایا میں تمہاری طرف اللہ کا رسول علیہ السلام بن کر آیا ہوں اور میں امانت دار بھی ہوں اس کا پیغام ہو بہو جو ہے وہی تمہیں سنارہا ہوں۔ پس تمہیں اپنے دلوں کو اللہ کے ڈر سے پر رکھنا چاہئے اور میری تمام باتوں کو بلا چون و چرا مان لینا چاہیے۔ اور سنو میں تم سے اس تبلیغ و رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا مقصد اس سے صرف یہی ہے کہ میرا رب مجھے اس کا بدلہ اور ثواب عطا فرمائے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ میری سچائی میری خیر خواہی تم پر خوب روشن ہے۔ ساتھ ہی میری دیانت داری اور امانت داری بھی تم پر واضح ہے۔

ہدایت طبقاتی عصبیت سے پاک ہے ☆ ☆ (آیت: ۱۱۱-۱۱۵) قوم نوح نے رسول اللہ کو جواب دیا کہ چند سفلے اور چھوٹے لوگوں نے تیری بات مانی ہے ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ان رذیلوں کا ساتھ دیں اور تیری مان لیں۔ اس کے جواب میں اللہ کے رسول علیہ السلام نے جواب دیا یہ میرا فرض نہیں کہ کوئی حق قبول کرنے کو آئے تو میں اس سے اس کی قوم اور پیشہ دریافت کرتا پھروں۔ اندرونی حالات پر اطلاع

رکھنا حساب لینا اللہ کا کام ہے۔ افسوس تمہیں اتنی سمجھ بھی نہیں۔ تمہاری اس چاہت کو پوری کرنا میرے اختیار سے باہر ہے کہ میں ان مسکینوں سے اپنی محفل خالی کرالوں۔ میں تو اللہ کی طرف سے ایک آگاہ کر دینے والا ہوں جو مجھے مانے وہ میرا اور جو نہ مانے وہ خود مدہ دار۔ شریف ہوا رذیل ہو امیر ہو یا غریب ہو جو میری مانے میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔

قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَنُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ۖ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونُ ۖ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ فَانْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلِّ الْمُنْجُونَ ۖ ثُمَّ اَعْرَفْنَا بَعْدَ الْبَقِيَّةِ ۖ اِنَّ فِي ذَلِكَ لَايَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ۖ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۖ كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ۖ اِذْ قَالَ لَهُمُ اخْوَهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُونَ ۖ

انہوں نے کہا کہ اسے نوح اگر تو باز نہ آتا یقیناً تجھے سنگسار کر دیا جائے گا ○ آپ نے کہا اے میرے پروردگار جو میری قوم نے مجھے جھٹلایا ○ پس تو مجھ میں اور ان میں کوئی قطعی فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے باایمان ساتھیوں کو نجات دے ○ چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کھینچ بھری ہوئی کشتی میں سوار کر کر نجات دے دی ○ بعد ازاں باقی کے تمام لوگوں کو ہم نے ڈوب دیا ○ یقیناً اس میں بہت بڑی عبرت ہے ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے تھے بھی نہیں ○ اور بے شک تیرا پروردگار باوجود وہی ہے نہ بدست رحم والا۔ عادیوں نے بھی رسول کو جھٹلایا ○ جب کہ ان سے ان کے بھائی ہوئے کہا کہ کیا تمہیں دیکھیں ○؟

تذکرہ نوح علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۶-۱۲۳) لمسی مدت تک جناب نوح علیہ السلام ان میں رہے دن رات چپے کھلے انہیں راہ الہی کی دعوت دیتے رہے لیکن جوں جوں آپ علیہ السلام اپنی تنگی میں بڑھتے گئے وہ اپنی بدی میں سوا ہوتے گئے۔ بالاخر زور باندھتے باندھتے صاف کہہ دیا کہ اگر اب ہمیں اپنے دین کی دعوت دی تو ہم تجھ پر پھراؤ کر کے تیری جان لے لیں گے۔ آپ کے ہاتھ بھی جناب باری میں اٹھ گئے تو ہم کی تکذیب کی شکایت آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ اور آپ نے حج کی دعا کی۔ فرمایا کہ الہی میں مغلوب اور عاجز ہوں میری مدد کر۔ میرے ساتھ میرے ساتھیوں کو بھی بچالے۔ پس جناب باری عزوجل نے آپ کی دعا قبول کی۔ انسانوں جانوروں اور سامان اسباب سے کھینچ بھری ہوئی کشتی میں سوار ہو جانے کا حکم دے دیا۔ یقیناً یہ واقعہ بھی عبرت آموز ہے لیکن تاہم اکثر لوگ بے یقین ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رب بڑے غلبے والا ہے لیکن وہ مہربان بھی بہت ہے۔

ہو علیہ السلام اور ان کی قوم: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۳-۱۲۴) حضرت ہو علیہ السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے عادیوں کو جہا احتلاف کے رہنے والے تھے اللہ کی طرف بلایا احتلاف ملک یمن میں حضرموت کے پاس رہتیلی پہاڑیوں کے قریب ہے۔ ان کا زمانہ نوح علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ سورہ اعراف میں بھی ان کا ذکر گزر چکا ہے کہ انہیں قوم نوح کا جانشین بنایا گیا اور انہیں بہت کچھ کشادگی اور وسعت دی گئی۔ ذیل ذول دیا بڑی قوت و طاقت دی۔ پورے مال اولاد دکھت اور باغات پھل اور اناج دیا۔ بکثرت دولت اور زر بہت سی نہریں اور چشمے چابجا دیئے۔ الغرض ہر طرح کی آسائش اور آسانی مہیا کی لیکن رب کی تمام نعمتوں کی ناقدری کرنے والے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والوں

نے اپنے نبی کو جھٹلایا۔ یہ انہی میں سے تھے۔ نبی نے انہیں سمجھایا، بجھایا، ڈرایا، دھمکایا۔

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ وَمَا أَسْأَلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ
رَيْعٍ أَلِيَّةَ تَعْبَثُونَ ۖ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ۖ
وَإِذَا بَطِشْتُمْ بَطِشْتُمْ جَبَّارِينَ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ
وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ۖ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ
وَبَنِينَ ۖ وَجِئْتُ وَ عِيُونَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيمٍ ۖ

میں تمہارا امانت دار معتمد و پیغمبر ہوں ○ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ○ میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا ثواب تو تمام جہان کے پروردگار کے پاس ہی ہے ○ کیا تم ایک ایک نیلے پرے فائدہ بھوکھیل تماشے کے نشانات لگا رہے ہو؟ ○ اور بڑی صنعت والے مضبوط محل تعمیر کر رہے ہو گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے ○ اور جب کسی پر ہاتھ ڈالے ہو تو تخت اور ظلم سے بچو گے تو ○ اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو ○ اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری امداد کی جنہیں تم جانتے ہو ○ اس نے تمہاری امداد کی مال سے اور اولاد سے ○ باغات سے اور بھوسوں سے ○ مجھے تو تمہاری نسبت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے ○

(آیت: ۱۲۵-۱۳۵) اپنا رسول ہونا ظاہر فرمایا۔ اپنی اطاعت اور اللہ کی عبادت و وحدانیت کی دعوت دی جیسے کہ نوں علیہ السلام نے دی تھی۔ اپنا بے لاگ ہونا طالب و دینا نہ ہونا بیان فرمایا 'اپنے غلوں کا بھی ذکر کیا۔ یہ جو فخر و ریا کے طور پر اپنے مال برباد کرتے تھے اور اونچے اونچے مشہور ٹیلوں پر اپنی قوت کے اور مال کے اظہار کے لیے بلند و بالا علامتیں بناتے تھے اس فعلِ عبث سے انہیں ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے روکا کیونکہ اس میں بے کار دولت کا کھونا وقت کا برباد کرنا اور مشقت اٹھانا ہے جس سے دین و دنیا کا کوئی فائدہ نہ مقصود ہوتا ہے نہ مقصود۔ بڑے بڑے پختہ اور بلند برج اور مینار بناتے تھے جس کے بارے میں ان کے نبی نے نصیحت کی کہ کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ یہیں ہمیشہ رہو گے محبت دنیا نے تمہیں آخرت بھلا دی ہے لیکن یاد رکھو تمہاری یہ چاہت بے سود ہے۔ دنیا زائل ہونے والی ہے تم خود فنا ہونے والے ہو۔ ایک قرأت میں سَأَلْتُمْ خُلُودًا ہے۔ ابن ابی ہاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ ارے دمشق کے رہنے والو! سنو۔ لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی، تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم کھا نہیں سکتے۔ تم نے وہ مکانات بنانا شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سے بے کام نہیں آتے۔ تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے تم سے اگلے لوگوں نے بھی جمع جھٹھا کر کے سنبھال سنبھال کر رکھا تھا۔ بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے۔ بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکے میں رہ گئے ان کی پونجی برباد ہو گئی ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں۔ عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ بے کوئی ایسا بے وقوف کہ قوم عادی کی میراث کو دور رہوں کے بدلے لہجی خریدے۔

ان کے مال و مکانات کا بیان فرما کر ان کی قوت و طاقت کا بیان فرمایا کہ بڑے سرکش، متکبر اور سخت لوگ تھے۔ نبی اللہ علیہ صلوات اللہ نے انہیں اللہ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا کہ عبادت رب کی کرو، اطاعت اس کے رسول کی کرو۔ پھر وہ نعمتیں یاد دلانیں جو اللہ نے ان پر انعام کی تھیں جنہیں وہ خود جانتے تھے۔ مثلاً چوپائے، جانور اور اولاد، باغات اور دریا۔ پھر اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر تم نے میری تکذیب کی اور میری مخالفت پر جبر ہے تو تم پر عذاب الہی برس پڑیں گے۔ لالچ اور ڈر دونوں دکھائے لیکن بے سود ہے۔

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَضْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَعْظِينَ ﴿١٥﴾
 إِنَّ هَذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ﴿١٧﴾ فَكَذَّبُوهُ
 فَأَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٨﴾
 وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٩﴾

انہوں نے کہا کہ آپ وعظ نہیں کیا، وعظ کہنے والوں میں نہ ہوں ہم پر کیسا ہے یہ تو پرانے لوگوں کا دین ہے۔ ہم ہرگز آفت زدہ نہیں ہونے والے ○ چونکہ عادیوں نے حضرت ہود کو جھٹلایا اس لئے ہم نے انہیں تباہ کر دیا ○ یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں سے اکثر بے ایمان تھے ○ بے شک تیرا رب وہی ہے غالب مہربان ○

موثر بیانات بھی بے اثر: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۶-۱۴۰) حضرت ہود علیہ السلام کے موثر بیانات نے اور آپ کی رغبت اور دھرم کے خطوط نے قوم پر کوئی اثر نہیں کیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ آپ ہمیں وعظ سنائیں یا نہ سنائیں، نصیحت کریں یا نہ کریں، ہم تو اپنی روش کو چھوڑ نہیں سکتے۔ ہم آپ کی بات مان کر اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں یہ یقیناً محال ہے۔ ہمارے ایمان سے آپ ما یوس ہو جائیں ہم آپ کی نہیں ماننے والے۔ فی الواقع کافروں کا یہی حال ہے کہ انہیں سمجھانا بے سود رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزماں سے بھی یہی فرمایا کہ ان اذلی کفار پر آپ کی نصیحت مطلق اثر نہیں کرے گی یہ نصیحت کرنے اور ہوشیار کر دینے کے بعد بھی ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے تھے یہ تو قدرتی طور پر ایمان سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ جن پر تیرے رب کی بات صادق آنے والی ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے والا۔ خُلُقِ الْأَوَّلِينَ کی دوسری قرات خُلُقِ الْأَوَّلِينَ بھی ہے یعنی جو باتیں تو ہمیں کہتا ہے یہ تو اگلوں کی کہی ہوئی ہیں جیسے قریشیوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو صبح شام تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں یہ ایک بہتان ہے جسے تو نے گھڑ لیا ہے اور کچھ لوگ اپنے طرفدار کر لئے ہیں۔ مشہور قرأت کی بنا پر معنی یہ ہوئے کہ جس پر ہم ہیں وہی ہمارے پرانے باپ دادوں کا مذہب ہے۔ ہم تو الہی کی راہ چلیں گے اور اسی روش پر رہیں گے جس گئے پھر مرجائیں گے۔ جیسے وہ مر گئے۔ یہ محض لاف ہے کہ پھر ہم اللہ کے ہاں زندہ کئے جائیں گے۔ یہ بھی غلط ہے کہ ہمیں عذاب کیا جائے گا۔ آخرش ان کی تکذیب اور مخالفت کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ سخت تیز و تند آندھی ان پر بھیجی گئی اور یہ بر باد کر دیئے گئے۔ یہی عادیوں کی تھے جنہیں ارم ذات العباد بھی کہا گیا ہے۔ یہ ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی نسل میں سے تھے۔ عہد میں یہ رہتے تھے۔ ارم حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے کا نام ہے نہ کہ کسی شہر کا۔ گو بعض لوگوں سے یہ بھی مروی ہے لیکن اس کے قائل بنی اسرائیل ہیں۔ ان سے سن سنا کر اوروں نے بھی یہی کہہ دیا۔ حقیقت میں اس کی کوئی مضبوط دلیل نہیں۔ اسی لئے قرآن نے ارم کا ذکر کرتے ہی فرمایا ہے کہ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ان جیسا اور کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔

اگر اس سے مراد شہر ارم ہوتا تو یوں فرمایا جاتا کہ اس جیسا اور کوئی شہر بنایا نہیں گیا۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے فَاَمَّا عَادُ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْاَرْضِ اَلْحَادِثُونَ نے زمین میں تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے بڑھ کر قوت والا کون ہے؟ کیا وہ اسے بھی بھول گئے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان سے زیادہ قوی ہے۔ دراصل انہیں ہماری آیتوں سے انکار تھا۔ یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان پر صرف بتل کے ننھے کے برابر ہوا چھوڑی گئی تھی جس نے ان کا ان کے شہروں کا ان کے مکانات کا نام و نشان مٹا دیا۔ جہاں سے گزر گئی صفایا کر دیا۔ شائیں شائیں کرتی تمام چیزوں کا ستیاناس کرتی چلی تھی۔ تمام قوم کے سرالگ ہو گئے اور دھڑا لگ ہو گئے۔ عذاب الہی کو ہوا کی صورت میں آتا دیکھ کر قلعوں میں محلات میں محفوظ مکانات میں گھس گئے تھے زمین میں گڑھے کو دھکود کر آدھے آدھے جسم ان میں ڈال کر محفوظ ہوئے تھے لیکن بھلا عذاب الہی کو کوئی چیز روک سکتی ہے؟ وہ ایک منٹ کے لئے بھی کسی کو مہلت اور دم لینے دیتا ہے؟ سب چٹ پٹ کر دیئے گئے اور اس واقعہ کو بعد میں آنے والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا گیا ان میں سے پھر بھی اکثر لوگ بے ایمان ہی رہے۔ اللہ کا غلبہ اور رحم دونوں مسلم تھے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۖ اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ صَلِحْ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۙ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اٰمِیْنٌ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْا ۙ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجَرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ

ثمودیوں نے بھی پیغمبروں کو بھٹلایا ان کے بھائی صالح نے ان سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ ۱۳۱-۱۳۲ میں تمہاری طرف اللہ کا امانت دار پیغمبر ہوں ۱۳۱ تو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا کرو۔ میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میری اجرت تو بس پروردگار عالم پر ہی ہے ۱۳۲

صالح علیہ السلام اور قوم ثمود: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۱-۱۳۲) اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ اپنی قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے یہ لوگ عرب تھے۔ حجر نامی شہر میں رہتے تھے جو وادی القریٰ اور ملک شام کے درمیان ہے۔ یہ عادیوں کے بعد اور ابراہیمؑوں سے پہلے تھے۔ شام کی طرف جاتے ہوئے آپ کا اس جگہ سے گزرنے کا بیان سورہٴ اعراف کی تفسیر میں پہلے گزر چکا ہے۔ انہیں ان کے نبی نے اللہ کی طرف بلایا کہ یہ اللہ کی توحید کو مانیں اور حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کریں لیکن انہوں نے بھی انکار کیا اور اپنے کفر پر جھر جھے رہے اللہ کے پیغمبر کو جھوٹا کہا۔ باوجود اللہ سے ڈرتے رہنے کی نصیحت سننے کی پرہیز گاری اختیار نہ کی۔ باوجود رسول امین کی موجودگی کے راہ ہدایت اختیار نہ کی۔ حالانکہ نبی کا صاف اعلان تھا کہ میں اپنا کوئی بوجھم پر ڈال نہیں رہا۔ میں تو اس رسالت کی تبلیغ کما جبر کا صرف اللہ تعالیٰ سے خواہاں ہوں اس کے بعد اللہ کی نعمتیں انہیں یاد دلانیں۔

اٰتٰرْكُوْنَ فِیْ مَا هُمْنَا اٰمِیْنٌ ۙ فِیْ جَنَّتٍ وَعِیُّوْنَ ۙ وَزُرُّوْعٍ وَخَلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ۙ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوتًا ۙ فَرٰھِیْنَ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْا ۙ وَلَا تُطِیْعُوْا اٰمِرَ الْمُسْرِفِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ۙ

کیا ان چیزوں میں جو یہاں ہیں تم اس کے ساتھ چھوڑ دینے جاؤ گے؟ ۱۳۳ یعنی ان باغوں اور ان چشموں ۱۳۳ اور ان کھیتوں اور ان کجوروں کے باغوں میں جن کے

شکوے بوجھ کے مارے ٹوٹ پڑتے ہیں ○ اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر پرکلف مکانات بنا رہے ہو ○ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ بے باک حد سے گزر جانے والوں کی اطاعت سے باز آ جاؤ ○ جو ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ○

صالح علیہ السلام کی باغی قوم: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۶-۱۵۲) حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم میں وعظ فرما رہے ہیں انہیں اللہ کی نعمتیں یاد دلارہے ہیں اور اس کے عذابوں سے متنبہ فرما رہے ہیں کہ وہ اللہ جو تمہیں یہ کشادہ روزیاں دے رہا ہے جس نے تمہارے لئے باغات اور جتنے، کھیتیاں اور بھل بھول مہیا فرمادیئے ہیں امن چین سے تمہاری زندگی کے ایام پورے کر رہا ہے تم اس کی نافرمانیاں کر کے انہی نعمتوں میں اور اسی امن و امان میں نہیں چھوڑے جاسکتے۔ ان باغات اور ان دریاؤں میں ان کھیتوں ان بھجوروں کے باغات میں جن کے خوشے بھجوروں کی زیادتی کے مارے بوجھل ہو رہے ہیں اور بھٹکے پڑتے ہیں جن میں تہہ بہ تہہ ترکھوریں مھر پور لگ رہی ہیں جو نرم خوش نما مٹھی اور خوش ذائقہ بھجوروں سے لدے ہوئے ہیں تم اللہ کی نافرمانیاں کر کے ان کو بہ آرام ہضم نہیں کر سکتے۔ اللہ نے تمہیں اس وقت جن مضبوط اور پرکلف بلند اور عمدہ گھروں میں رکھ چھوڑا ہے اللہ کی توحید اور میری رسالت سے انکار کے بعد یہ بھی قائم نہیں کر سکتے۔ افسوس تم اللہ کی نعمت کی قدر نہیں کرتے اپنا وقت اپنا روپیہ بے جا بردار کر کے یہ نقش و نگار والے مکانات پہاڑوں میں بہ نفع و تکلف صرف بڑائی اور یاکاری کے لئے اپنی عظمت اور قوت کے مظاہرے کے لئے تراش رہے ہو جس میں کوئی نفع نہیں بلکہ اس کا وبال تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ پس تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے اور میری اتباع کرنی چاہئے۔ اپنے خالق رازق منعم محسن کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری اور اس کی توحید کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جانا چاہئے۔ جس کا نفع تمہیں دینا اور آخرت میں ملے، تمہیں اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اس کی تسبیح و تہلیل کرنی چاہئے، صبح شام اس کی عبادت کرنی چاہئے۔ تمہیں اپنے ان موجودہ سرداروں کی ہرگز نہ مانتی چاہئے۔ یہ تو حدود اللہ سے تجاوز کر گئے ہیں۔ توحید کو اتباع کو بھلا بیٹھے ہیں۔ زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں نافرمانی، گناہ، فسق و فجور پر خود گئے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کی طرف بلارہے ہیں اور حق کی موافقت اور اتباع کر کے اصلاح کی کوشش نہیں کرتے۔

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۖ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ فَأْتِ بَآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۖ

دوہلے پس بجز اس کے نہیں کہو تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جائے ○ تو تو ہم جیسا ہی انسان ہے اگر تو بھوں سے ہے تو کوئی معجزہ لے آ ○

نبی کا اپنے آپ سے تقابل: ☆ ☆ (آیت: ۱۵۳-۱۵۴) شہودیوں نے اپنے نبی کو جواب دیا کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے۔ گواہیک معنی یہ بھی کہے گئے ہیں کہ تو مخلوق میں سے ہے اور اس کی دلیل میں عربی کا ایک شعر بھی پیش کیا جاتا ہے لیکن ظاہر معنی پہلے ہی ہیں۔ اسی کے ساتھ انہوں نے کہا تو تو ہم جیسا ایک انسان ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم میں سے تو کسی پر وحی نہ آئے اور تجھ پر آ جائے۔ کچھ نہیں۔ یہ صرف بناوٹ ہے ایک خود ساختہ ڈرامہ ہے، مکمل جھوٹ اور صاف طوفان ہے۔ اچھا ہم کہتے ہیں اگر تو واقعی سچا نبی ہے تو کوئی معجزہ دکھا اس وقت ان کے چھوٹے بڑے سب جمع تھے اور ایک زبان ہو کر سب نے معجزہ طلب کیا تھا۔

قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ ۖ لَهَا شَرِبٌ وَلَكُمْ شَرِبٌ يَوْمَ مَعْلُومٍ ۖ وَلَا تَمْسُوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ يَوْمَ عَظِيمٍ ۖ فَحَقَرُوهَا

فَاصْبَحُوا نَدِمْينَ ۖ فَاخَذَهُمُ الْعَذَابُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۖ
وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
الرَّحِيْمُ ۝

آپ نے فرمایا یہ ہے اونٹنی۔ پانی پینے کی ایک باری اس کی اور ایک مقرر دن کی باری پانی پینے کی تمہاری ○ خبردار اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ ایک بڑے بھاری دن کا عذاب تمہاری گرفت کر لے گا ○ پھر بھی انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر تو یسعیان ہو گئے۔ اور عذاب نے انہیں آدو۔ چاہے شک اس میں عبرت ہے اور ان میں سے اکثر لوگ مومن نہ تھے ○ اور بے شک تیرا رب بڑا زبردست اور مہربان ہے ○

(آیت: ۱۵۵-۱۵۹) آپ نے پوچھا کہ تم کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ سامنے جو پتھر کی بڑی ساری چٹان ہے یہ ہمارے دیکھتے ہوئے پھٹے اور اس میں سے ایک گا بھی اونٹنی اس اس رنگ کی اور ایسی ایسی نکلے۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر میں رب سے دعا کروں اور وہ یہی معجزہ میرے ہاتھوں تمہیں دکھا دے پھر تو تمہیں میری نبوت کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا؟ سب نے ہنستے وعدہ کیا۔ قول و قرار کیا کہ ہم سب ایمان لائیں گے اور آپ کی نبوت مان لیں گے۔ آپ بہت جلد یہ معجزہ دکھائیں۔ آپ نے اسی وقت نماز شروع کر دی۔ پھر اللہ عز و جل سے دعا کی اسی وقت وہ پتھر پھٹا اور اسی طرح کی ایک اونٹنی ان کے دیکھتے ہوئے اس میں سے نکلے۔ کچھ لوگ گوسب اقرار مومن ہو گئے لیکن اکثر لوگ پھر بھی کافر کے کافر رہے۔ آپ نے فرمایا اب سنو ایک دن یہ پانی پینے کی اور ایک دن پانی کی باری تمہاری مقرر ہے گی۔ اب تم میں سے کوئی اسے برائی نہ پہچانتے ورنہ بدترین عذاب تم پر اتر پڑے گا۔ ایک عرصے تک قودہ رکھے رہے۔ اونٹنی ان میں رہی۔ چارہ چھتی اور اپنی باری والے دن پانی پیتی۔ اس دن یہ لوگ اس کے دودھ سے ہی سیر ہو جاتے۔ لیکن ایک مدت کے بعد ان کی بدبختی نے انہیں آگھیرا ان میں سے ایک بڑے ملعون نے اونٹنی کے مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا اور کل اہل شہر اس کے موافق ہو گئے چنانچہ اس کی کوچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا جس کیچھے میں انہیں سخت ندامت اور یسعیانی اٹھانی پڑی۔ عذاب اللہ نے انہیں دفعۃً آن دبوچا۔ ان کی زمینیں ہلا دی گئیں اور ایک چیخ سے سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے۔ دل اڑ گئے کیلچے پاش پاش ہو گئے اور وہم و گمان بھی جس چیز کا نہ تھا وہ آن پڑا اول تا آخر سب غارت ہو گئے اور دنیا جہان کے لئے یہ خوفناک واقعہ عبرت افزا ہو گیا۔ اتنی بڑی نشانی اپنی آنکھوں دیکھ کر بھی ان میں سے اکثر لوگوں کو ایمان لانا نصیب نہ ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ غالب ہے اور وہ رحیم بھی ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمٌ لُّوْطَ الْمُرْسَلِيْنَ ۚ اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ لُوْطُ اَلَا
تَتَّقُوْنَ ۙ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اٰمِيْنٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوْنَ ۙ
وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ
اَتَاْتُوْنَ الذِّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ۙ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ
لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ ۙ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۙ قَالُوْا
لَیْنِ لَّمْ تَنْتَهِ یَلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ ۙ
قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقٰلِیْنَ ۙ

قوم لوط نے بھی نبیوں کو جھٹلایا ○ ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا تم خوف الہی نہیں رکھتے ○ میں تمہاری طرف امانت دار ہوں ○ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ میرا جزو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمام جہان کا رب ہے ○ کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو ○ اور تمہاری جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری جوڑ بنایا ہے چھوڑ دیتے ہو ○ بات یہ ہے کہ تم لوگ ہوس حد سے گزر جانے والے ○ انہوں نے جواب دیا کہ اے لوط اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً نکال دیا جائے گا ○ آپ نے فرمایا میں تو تمہارے کام سے سخت ناخوش ہوں ○

لوط علیہ السلام اور ان کی قوم: ☆ ☆ (آیت ۱۶۰-۱۶۳) اب اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بیان فرما رہا ہے۔ ان کا نام لوط بن ہاران بن آذر تھا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات میں بہت بڑی امت کی طرف بھیجا تھا۔ یہ لوگ سدوم اور اس کے پاس بستے تھے۔ بالآخر یہ بھی اللہ کے عذابوں میں پکڑے گئے۔ سب کے سب ہلاک ہوئے اور ان کی بستیوں کی جگہ ایک جمیل سڑے ہوئے گندے ٹھکاری پانی کی باقی رہ گئی۔ یہ اب تک بھی بلا فحور میں مشہور ہے جو کہ بیت المقدس اور کرک و شوہک کے درمیان ہے۔ ان لوگوں نے بھی رسول اللہ علیہ السلام کی تکذیب کی۔ آپ نے انہیں اللہ کی معصیت چھوڑنے اور اپنی تابعداری کرنے کی ہدایت کی۔ اپنا رسول ہو کر آنا ظاہر کیا۔ انہیں اللہ کے عذابوں سے ڈرایا ○ اللہ کی باتیں مان لینے کو فرمایا۔ اعلان کر دیا کہ میں تمہارے پیسے کئے کا محتاج نہیں میں صرف اللہ واسطے تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں۔ تم اپنے اس غیث فصل سے باز آؤ یعنی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے حاجت روائی کرنے سے رک جاؤ لیکن انہوں نے اللہ کے رسول علیہ السلام کی نہ مانی بلکہ ایذا میں پہنچانے لگے۔

ہم جنس پرستی کا شکار: ☆ ☆ (آیت ۱۶۵-۱۶۸) لوط نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی خاص بدکرداری سے روکا کہ تم مردوں کے پاس شہوت سے نہ آؤ۔ ہاں اپنی حلال بیویوں سے اپنی خواہش پوری کرو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے جوڑا بنا دیا ہے۔ رب کی مقررہ حدود کا ادب و احترام کرو۔ اس کا جواب ان کے پاس یہی تھا کہ اے لوط علیہ السلام اگر تو باز نہ آیا تو ہم تجھے جلا وطن کر دیں گے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان پاکیزہ لوگوں کو تو الگ کر دو۔ یہ دیکھ کر آپ نے ان سے ہیزاری اور دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارے اس برے کام سے ناراض ہوں میں اسے پسند نہیں کرتا میں اللہ کے سامنے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٥﴾ فَنجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٦٦﴾
إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَيْرِينَ ﴿١٦٧﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرِينَ ﴿١٦٨﴾ وَامْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٦٩﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ
وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٠﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧١﴾
كَذَّبَ أَصْحَابُ الْمِرْثَلَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧٢﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ
أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٧٣﴾

میرے پروردگار مجھے اور میرے گھرانے کو اس وبال سے بچالے جو یہ کرتے ہیں ○ پس ہم نے اسے اور اس کے متعلقین کو سب کو بچا لیا ○ بجز ایک بڑھئیہ کے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہو گئی ○ پھر ہم نے باقی کے اور سب کو ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا پتھر برسایا ○ پس بہت ہی برا پتھر تھا جو ڈرائے گئے

ہوئے لوگوں پر برسائے یہ ماجرا بھی سراسر عبرت ہے ان میں سے کبھی اکثر مسلمان نہ تھے ○ بے شک تیرا پروردگار وہی ہے غلبے والا مہربانی والا ○ یکہ والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا ○ جب کہ ان سے شعیب نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر خوف نہیں ○؟

(آیت: ۱۶۹-۱۷۵) پھر اللہ سے ان کے لئے بددعا کی اور اپنی اور اپنے گھرانے کی نجات طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو نجات دی مگر آپ کی بیوی نے اپنی قوم کا ساتھ دیا اور انہی کے ساتھ تباہ ہوئی۔ جیسے کہ سورہ اعراف سورہ ہود اور سورہ حجر میں بالتفصیل بیان گزر چکا ہے۔ آپ اپنے والوں کو لے کر اللہ کے فرمان کے مطابق اس ہستی سے چل کھڑے ہوئے۔ حکم تھا کہ آپ کے نکلنے ہی ان پر عذاب آئے گا۔ اس وقت پلٹ کر ان کی طرف دیکھنا بھی نہیں۔ پھر ان سب پر عذاب برسا اور سب پر باد کر دیئے گئے۔ ان پر آسمان سے سنگ باری ہوئی۔ اور ان کا انجام بد ہوا۔ یہی عبرت ناک واقعہ ہے۔ ان میں سے بھی اکثر بے ایمان تھے۔ رب کے غلبے میں اس کے رحم میں کوئی شک نہیں۔

شعیب علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت: ۱۷۶-۱۸۰) یہ لوگ مدین کے رہنے والے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی ان ہی میں سے تھے آپ کو ان کا بھائی صرف اس لئے نہیں کہا گیا کہ اس آیت میں ان لوگوں کی نسبت ایکہ کی طرف کی ہے جسے یہ لوگ پوجتے تھے۔ ایکہ ایک درخت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے اور نبیوں کو ان کی امتوں کا بھائی فرمایا گیا انہیں ان کا بھائی نہیں کہا گیا اور نہ یہ لوگ بھی انہی کی قوم میں سے تھے۔ بعض لوگ جن کے ذہن کی رسائی اس نکتے تک نہیں ہوئی وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کی قوم میں سے نہ تھے اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کا بھائی نہیں فرمایا گیا۔ یہ اور ہی قوم تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور ان لوگوں کی طرف بھی۔ بعض کہتے ہیں ایک تیسری امت کی طرف بھی آپ کی بعثت ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے دومرتبہ نہیں بھیجا سوائے حضرت شعیب علیہ السلام کے کہ ایک مرتبہ انہیں مدین والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے انہیں ایک چٹھاڑ کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ اور دوبارہ انہیں ایکہ والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے ان پر سائے والے دن کا عذاب آیا اور وہ پر باد ہوئے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے راویوں میں ایک راوی اسحاق بن بشر کا بی ہے جو ضعیف ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اصحاب رس اور اصحاب ایکہ قوم شعیب ہے۔ اور ایک بزرگ فرماتے ہیں اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین ایک ہی ہیں۔ واللہ اعلم۔ ابن عباسؓ میں ہے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ قوم مدین اور اصحاب ایکہ دونوں میں ہیں۔ ان دونوں امتوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا لیکن یہ حدیث غریب ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں کلام ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ موقوف ہی ہو۔ صحیح امر یہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی امت ہیں۔ دونوں جگہ ان کے وصف الگ الگ بیان ہوئے ہیں مگر وہ ایک ہی ہے۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ دونوں قصوں میں حضرت شعیب علیہ السلام کا وعدہ ایک ہی ہے۔ دونوں کو تپاں تو لٹخ کرنے کا حکم دیا ہے۔

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا ۖ وَمَا
أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ
الْعَالَمِينَ ۖ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۖ
وَزِنُوا بِالْقِسْطِ أَسْمًا ۖ الْمُسْتَقِيمِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ
أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْنُوا فِي الْأَرْضِ مُمْسِدِينَ ۖ وَاتَّقُوا
الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّ الْأُولِينَ ۖ

میں تمہاری طرف امانت دار اور رسول ہوں ○ تو تم اللہ کا خوف کھاؤ اور میری فرمانبرداری کرو ○ میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا میرا اجر تمام جہنم کے پالنے والے کے پاس ہے ○ ناپ پورا بھرا کر ڈکھ دینے والوں میں شمولیت نہ کرو ○ اور سیدھی صحیح ترازو سے تولاد کرو ○ لوگوں کو ان کی چیزیں کی سے نذب باکی کے ساتھ زمین پر فساد پھانتے نہ بھرو ○ اس اللہ کا خوف رکھو جس نے خود تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے ○

ڈنڈی مار قوم: ☆ ☆ (آیت: ۱۸۱-۱۸۴) حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو ناپ تول درست کرنے کی ہدایت کر رہے ہیں۔ ڈنڈی مارنے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے روکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی چیز ناپ کر دو تو پورا پینا نہ بھر کر دواس کے حق سے کم نہ کرو۔ اسی طرح دوسرے سے جب لوتو زیادہ لینے کی کوشش اور تدبیر نہ کرو۔ یہ کیا کہ لینے کے وقت پورا الو اور دینے کے وقت کم دو؟ لیکن دین دونوں صاف اور پورا رکھو۔ ترازو اچھی رکھو جس میں تول صحیح آئے۔ بے بھمی پورے رکھو۔ تول میں عدل کرو ڈنڈی نہ مارو کم نہ تولو۔ کسی کو اس کی چیز کم نہ دو۔ کسی کی راہ نہ مارو۔ چوری چکاری لوٹ مار غارتگری ر ہزنی سے بچو۔ لوگوں کو ذرا دھکا کر خوف زدہ کر کے ان سے مال نہ لوٹو۔ اس اللہ کے عذابوں کا خوف رکھو جس نے تمہیں اور سب اگلوں کو پیدا کیا ہے۔ جو تمہارا اور تمہارے بڑوں کا رب ہے یہی لفظ آیت وَلَقَدْ أَصَلَّ مِنْكُمْ جِبَلًا کَثِیْرًا میں بھی اسی معنی میں ہے۔

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۖ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَذِبِيِّنَ ۖ فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۖ قَالَ رَبِّیْ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۖ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُم عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ۖ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۖ إِنَّ فِیْ ذَٰلِكَ لَآیَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۖ

۱۸۵

کہنے لگے تو تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جاتا ہے ○ اور تو تو ہم ہی جیسا ایک انسان ہے اور ہم تو تجھے جھوٹ بولنے والوں میں سے ہی سمجھتے ہیں ○ اگر تو بچے لوگوں میں سے ہے تو ہم پر آسان کا کوئی ٹکڑا گرا دے ○ کہا کہ میرا رب خوب جانے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو ○ چونکہ انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں سنا بنان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا ○ یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے۔ اور ان میں سے اکثر مسلمان نہ تھے ○ اور یقیناً تیرا پروردگار البتہ وہی ہے تجھے والا میرا بی والا ○

مشکین کی وہی حماقتیں: ☆ ☆ (آیت: ۱۸۵-۱۹۱) مشرکوں نے جو جواب اپنے نبی کو دیا تھا وہی جواب ان لوگوں نے بھی اپنے رسولوں کو دیا کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے۔ تیری عقل ٹھکانے نہیں رہی۔ تو ہم جیسا ہی انسان ہے اور ہمیں تو یقین ہے کہ تو جھوٹا آدمی ہے۔ اللہ نے تجھے نہیں بھیجا۔ اچھا تو گرا اپنے دعوے میں سچا ہے تو ہم پر آسان کا ایک ٹکڑا گرا دے۔ آسمانی عذاب ہم پر لے آ۔ جیسے قریشیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ ہم تو تجھ پر ایمان لانے کے نہیں جب تک کہ تو عرب کی اس ریتی زمین میں دریا نہ بہا دے یہاں تک کہا کہ یا تو تو ہم پر آسان کا کوئی ٹکڑا گرا دے جیسے کہ تیرا خیال ہے یا تو اللہ تعالیٰ کو یا فرشتوں کو کلمہ کھلا لے آئے۔ اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا الہی اگر یہ تیرے پاس سے ہے اور حق ہے تو تو ہم پر آسان سے پتھر برسا دے۔ اسی طرح ان جاہل کافروں نے کہا کہ تو ہم پر آسان کا ٹکڑا گرا

دے۔ رسول علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ کو تمہارے اعمال بخوبی معلوم ہیں۔ جس لائق تم ہوؤ خود کر دے گا۔ اگر تم اس کے نزدیک آسانی عذاب کے قابل ہو تو بلا تاخیر تم پر آسانی عذاب آ جائے گا اللہ ظالم نہیں کہ بے گناہوں کو سزا دے۔

بالآخر جس قسم کا عذاب یہ مانگ رہے تھے اسی قسم کا عذاب ان پر آیا۔ انہیں سخت گرمی محسوس ہوئی، سات دن تک گویا زمین ابلیسی رہی۔ کسی جگہ کسی سایے میں ٹھنڈک یا راحت میسر نہ ہوئی، تڑپ اٹھے، بیقرار ہو گئے، سات دن کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی طرف چلا آ رہا ہے وہ آ کر ان کے سروں پر چھا گیا، یہ سب گرمی اور حرارت سے زچ ہو گئے تھے۔ اس کے نیچے جابیٹھے۔ جب سارے کے سارے اس کے سائے میں پہنچ گئے، وہیں بادل میں سے آگ برسنے لگی۔ ساتھ ہی زمین زور زور سے جھٹکنے لگی اور اس زور کی ایک آواز آئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے، جان نکل گئی اور سارے کے سارے یہ یک آن تباہ ویران ہو گئے۔ اس دن کے سائبان والے سخت عذاب نے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ سورہ اعراف میں تو فرمایا گیا ہے کہ ایک زلزلے کے ساتھ ہی یہ سب ہلاک ہو گئے۔ سورہ ہود میں بیان ہوا ہے کہ ان کی تباہی کا باعث ایک خطرناک دل شکن حج تھی اور یہاں بیان ہوا کہ انہیں سائبان کے دن کے عذاب نے قابو کر لیا تو تینوں مقامات پر تینوں عذابوں کا ایک ایک کر کے ذکر اس مقام کی عمارت کی مناسبت کی وجہ سے ہوا ہے۔ سورہ اعراف میں ان کی اس خباثت کا ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو دھمکا دیا تھا کہ اگر تم ہمارے دین میں نہ آؤ تو ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو شہر بدر کر دیں گے۔ چونکہ وہاں نبی کے دل کو ہلانے کا ذکر تھا، اس لئے عذاب بھی ان کے جسوں کو مع دلوں کے ہلا دینے والے یعنی زلزلے اور جھٹکنے کا ذکر ہوا۔ سورہ ہود میں ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے نبی کو بطور مذاق کے کہا تھا کہ آپ تو بڑے بردبار اور بھلے آدمی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ بڑے بکی بکواسی اور برے آدمی ہیں تو وہاں عذاب میں حج اور چنگھاڑ کا بیان ہوا۔ یہاں چونکہ ان کی آرزو آسمان کے ٹکڑے کے گرنے کی تھی تو عذاب کا ذکر بھی سائبان نما ابر کے ٹکڑے سے ہوا۔ فسحمانہ ما اعظم شانہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سات دن تک وہ گرمی پڑی کہ الامان والحفیظ کہیں ٹھنڈک کا نام نہیں تھا، تھلا اٹھے۔ اس کے بعد ایک ابر اٹھا اور اٹھا۔ اس کے سائے میں ایک شخص پہنچا اور وہاں راحت اور ٹھنڈک پا کر اس نے دوسروں کو بلایا۔ جب سب جمع ہو گئے تو ابر پھٹا اور اس میں سے آگ برسی۔ یہ بھی مروی ہے کہ ابر جو بطور سائبان کے تھا ان کے جمع ہوتے ہی ہٹ گیا اور سورج سے ان پر آگ برسی۔ جس نے ان سب کا بھرتا بنا دیا۔ محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اہل مدین پر تینوں عذاب آئے، شہروں میں زلزلہ آیا جس سے خائف ہو کر حدو شہر سے باہر آ گئے۔ باہر جمع ہوئے ہی گھبراہٹ پریشانی اور بے کلی شروع ہو گئی تو وہاں سے بھگدڑ مچی لیکن شہر میں جانے سے ڈرے۔ وہیں دیکھا کہ ایک بار کھڑا ایک جگہ ہے، ایک اس کے نیچے گیا اور اس کی ٹھنڈک محسوس کر کے سب کو آواز دی کہ یہاں آ جاؤ یہاں جیسی ٹھنڈک اور تسکین تو کبھی دیکھی ہی نہیں۔ یہ سنتے ہی سب اس کے نیچے جمع ہو گئے کہ اچانک ایک حج کی آواز آئی جس سے کیلیے پھٹ گئے اور سب کے سب مر گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سخت گرج، کڑک اور گرمی شروع ہوئی جس سے سانس کھینے لگے اور بے چینی حد کو پہنچ گئی۔ گھبرا کر شہر چھوڑ کر میدان میں جمع ہو گئے۔ یہاں بادل آیا جس کے نیچے ٹھنڈک اور راحت حاصل کرنے کے لئے سب جمع ہوئے۔ وہیں آگ برسی اور سب جل جھن گئے۔ یہ تھا سائبان والے بڑے بھاری دن کا عذاب جس نے ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ یقیناً یہ واقعہ اسر عمرت اور قدرت الہی کی ایک زبردست نشانی ہے۔ ان میں سے اکثر بے ایمان تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے انتقام لینے میں غالب ہے، کوئی اسے مغلوب نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے نیک بندوں پر مہربان ہے۔ انہیں بچا لیا کرتا ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۝

بے شک وہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے ○ امانت دار فرشتے لے کر آیا ہے ○ تیرے دل پر اترا ہے تاکہ تو آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائے ○ صاف عربی زبان میں ہے ○

مبارک کتاب: ☆ ☆ (آیت: ۱۹۲-۱۹۵) سورۃ کی ابتدا میں قرآن کریم کا ذکر آیا تھا۔ وہی ذکر پھر تفصیلاً بیان ہو رہا ہے کہ یہ مبارک کتاب قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔ روح الامین سے مراد حضرت جبرئیل ہیں جن کے واسطے سے یہ وحی سرور رسل علیہ السلام پر اتری ہے۔ جیسے فرمان ہے۔ قل من کان عدو الحبریل یعنی اس قرآن کو حکم الہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تیرے دل پر نازل فرمایا ہے یہ قرآن اگلی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ یہ فرشتہ ہمارے ہاں ایسا مکرم ہے کہ اس کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس سے روح الامین بولے اُسے زمین نہیں کھاتی۔ اس بزرگ با مرتبہ فرشتے نے جو فرشتوں کا سردار ہے تیرے دل پر اس پاک اور بہتر کلام الہی کو نازل فرمایا ہے جو ہر طرح کے میل بکیل سے کسی زیادتی سے نقصان اور کمی سے پاک ہے۔ تاکہ تو اللہ کے خالقین کو گنہگاروں کو اللہ کی سزا سے بچاؤ کرنے کی رہبری کر سکے۔ اور تابع فرمان لوگوں کو اللہ کی مغفرت و رضوان کی خوشخبری پہنچا سکے۔ یہ کھلی فصیح عربی زبان میں ہے۔ تاکہ ہر شخص سمجھ سکے پڑھ سکے کسی کا عذر باقی نہ رہے اور ہر ایک پر قرآن کریم اللہ کی محبت بن جائے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے نہایت فصاحت سے اہر کے اوصاف بیان کئے جسے سن کر صحابہ مہلک تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ تو کمال درجے کی فصیح و بلیغ زبان بولتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بھلا میری زبان ایسی پاکیزہ کیوں نہ ہوگی۔ قرآن بھی تو میری زبان میں اترا ہے۔ فرمان ہے بلسان عربی مبین۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وحی عربی میں اتری ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کے لئے ان کی زبان میں ترجمہ کر دیا۔ قیامت کے دن سریانی زبان ہوگی۔ ہاں جہنئیوں کی زبان عربی ہوگی (ابن ابی حاتم)

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ۝ أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَوُا بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ۝ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ۝

اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس قرآن کا ذکر ہے ○ کیا انہیں یہ نشان کافی نہیں کہ تھانیت قرآن کو نبی اسرائیل کے علاوہ بھی جانتے ہیں ○ اگر ہم اسے کسی عجیب شخص پر نازل فرماتے ○ اور وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتا تو یہ اسے یاد کرنے والے نہ ہوتے ○

بشارت و تصدیق یافتہ کتاب: ☆ ☆ (آیت: ۱۹۶-۱۹۹) فرماتا ہے کہ اللہ کی اگلی کتابوں میں بھی یہ پڑے گا اور خدای اللہ کے کلام کی پیشین گوئی اور اس کی تصدیق و صحت موجود ہے۔ اگلے نبیوں نے بھی اس کی بشارت دی ہے۔ یہاں تک کہ ان تمام نبیوں کے آخری نبی جن کے بعد حضور علیہ السلام تک اور کوئی نبی نہ تھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو جمع کر کے جو خطبہ دیتے ہیں اس میں فرماتے ہیں کہ اسے بنی اسرائیل میں تمہاری جانب اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو اگلی کتابوں کو سچا جاننے کے ساتھ ہی آنے والے رسول حضرت محمد ﷺ کی

بشارت تمہیں سنا تا ہوں۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب کا نام ہے یہاں زبرد کا لفظ کتابوں کے معنی میں ہے۔ جیسے فرمان ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ جو کچھ یہ کر رہے ہیں سب کتابوں میں تحریر ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ سمجھیں اور خدا اور قصب نہ کریں تو قرآن کی حقانیت پر یہی دلیل کیا کم ہے کہ خود بنی اسرائیل کے علماء اسے ماننے ہیں۔ ان میں سے جو حق گو اور بے قصب ہیں وہ تو قرآن کی ان آیتوں کا لوگوں پر کلمے عام ذکر کر رہے ہیں جن میں حضور ﷺ کی بعثت قرآن کا ذکر اور آپ کی حقانیت کی خبر ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سلطان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے حق گو حضرات نے دنیا کے سامنے تو قرآن و انجیل کی وہ آیتیں رکھ دیں جو حضور ﷺ کی شان والا شان کو ظاہر کرنے والی تھیں۔

اس کے بعد کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس فصیح و بلیغ، جامع و بالغ، حق کلام کو ہم کسی عجمی پر نازل فرماتے، پھر بھی کوئی شک ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ ہمارا کلام ہے۔ مگر مشرکین قریش اپنے کفر اور اپنی سرکشی میں اتنے بڑھ گئے ہیں کہ اس وقت بھی وہ ایمان نہ لاتے۔ جیسے فرمان ہے کہ اگر آسمان کا دروازہ بھی ان کے لئے کھول دیا جاتا اور یہ خود چڑھ جاتے تب بھی یہی کہتے ہمیں نشہ پلایا گیا ہے۔ ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ اور آیت میں ہے اگر ان کے پاس فرشتے آ جاتے اور مردے بول اٹھتے تب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ان پر عذاب کا کلمہ ثابت ہو چکا عذاب ان کا مقدر ہو چکا اور ہدایت کی راہ مسدود کر دی گئی۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمَجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَيَقُولُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اَقْرَبَتْ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝ ثُمَّ جَاۤءَهُمْ مَا كَانُوْا يُوعَدُوْنَ ۝ مَا اَغْنٰى عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يُمْتَعُوْنَ ۝ وَّمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

اسی طرح ہم نے گنہگاروں کے دلوں میں اس انکار کو لار کھا ہے ۝ وہ جب تک دردناک عذابوں کا ملاحظہ نہ کر لیں ایمان نہ لائیں گے ۝ پس وہ عذاب تو ان کے پاس نہ آئیں گا جانے کا انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو گا ۝ اس وقت کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟ ۝ کیا یہ ہمارے عذابوں کی جلدی چار ہے؟ ۝ اچھا یہی بتلا دو کہ ہم نے انہیں کئی سال بھی فائدہ اٹھانے دیا ۝ پھر انہیں وہ عذاب آگاہ جس سے یہ یہ مکانات جاتے تھے ۝ تو جو کچھ بھی یہ برستے رہے اس میں سے کچھ بھی انہیں فائدہ نہ پہنچا کہ ۝ ۝ ہم نے جس بستی کو ہلاک کیا ہے اسی حال میں کس کے ڈرانے والے تھے ۝ نصیحت کرنے کے لئے ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں ۝

○ نہیں ہیں

کفر والکار: ☆ ☆ (آیت: ۲۰۰-۲۰۹) تکذیب و کفر انکار و عدم تسلیم کو ان مجرموں کے دل میں بٹھا دیا ہے۔ یہ جب تک عذاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔ اس وقت اگر ایمان لائے بھی تو محض بے سود ہو گا ان پر لعنت برس چکی ہوگی۔ برائی مل چکی ہوگی۔ نہ بچھٹانا کام آئے نہ معذرت نفع دے۔ عذاب الہی آئیں گے اور اچانک ان کی خبری خبری میں ہی آ جائیں گے۔ اس وقت ان کی تمنائیں اگر ذرا سی بھی مہلت پائیں تو نیک بن جائیں بے سود ہوں گی۔ ایک انہی پر کیا موقوف ہے ہر ظالم فاجر فاسق کافر بڑکار عذاب کو

دیکھتے ہی سیدھا ہوتا ہے۔ نادم ہوتا ہے تو یہ تلا کرتا ہے مگر سب لا حاصل۔

فرعون ہی کو دیکھئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے بددعا کی جو قبول ہوئی عذاب کو دیکھ کر ڈوبتے ہوئے کہنے لگا کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن جواب ملا کہ یہ ایمان بے سود ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ہے کہ ہمارا عذاب دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا۔ پھر ان کی ایک اور بدبختی بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنے نبیوں سے کہتے تھے اگر سچے ہو تو عذاب الہی لاؤ۔ اگرچہ ہم انہیں مہلت دیں اور کچھ دنوں تک کچھ مدت تک انہیں عذاب سے بچائے رکھیں۔ پھر ان کے پاس ہمارا مقررہ عذاب آجائے۔ ان کا حال ان کی نعمتیں ان کی جاہ و شہرت غرض کوئی چیز انہیں ذرا سا بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ اس وقت تو یہی معلوم ہوگا کہ شاید ایک صبح یا ایک شام ہی دنیا میں رہے۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے یَوْمَ اُخْلِدُھُمْ اِلٰیھِمْ اِنْھِمْ سے ہر ایک کی چاہت ہے کہ وہ ہزار ہزار سال جئے لیکن اتنی عمر بھی اللہ کے عذاب ہٹا نہیں سکتی۔ یہی یہاں بھی فرمایا ہے کہ اسباب ان کے کچھ کام نہ آئیں گئے العذاب میں مبتلا ہوتے وقت ان کی تمام طاقتیں اور اسباب یونہی رکھے رکھے رہ جائیں گے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا پھر آگ میں ایک غوطہ دلو کر پوچھا جائے گا کہ تو نے کبھی راحت بھی اٹھائی ہے تو کہے گا اللہ کی قسم میں نے کبھی کوئی راحت نہیں دیکھی اور ایک اس شخص کو لایا جائے گا جس نے پوری عمر واقعی کوئی راحت پھمکی ہی نہ ہو۔ اسے جنت کی ہوا کھلا کر لایا جائے گا اور سوال ہوگا کہ کیا تو نے عمر بھر کبھی کوئی برائی دیکھی ہے؟ تو وہ کہے گا "اے اللہ تیری ذات پاک کی قسم میں نے کبھی کوئی رخصت نہیں اٹھائی۔" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عموماً یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ جب تو اپنی مراد کو پہنچ گیا تو گویا تو نے کبھی کسی تکلیف کا نام بھی نہیں سنا۔

اللہ عز و جل اس کے بعد اپنے عدل کی خبر دیتا ہے کہ کبھی اس نے حجت ختم ہونے سے پہلے کسی امت کو ختم نہیں کیا۔ رسولوں کو بھیجتا ہے کتابیں اتارتا ہے خبریں دیتا ہے ہوشیار کرتا ہے۔ پھر نہ ماننے والوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پس فرمایا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انبیاء کے بھیجے سے پہلے ہی ہم نے کسی امت پر عذاب بھیج دیئے ہوں۔ ڈرانے والے بھیج کر صحت کر کے عذر ہٹا کر پھر نہ ماننے پر عذاب ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا تیرا رب کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی بستیوں کی صدر بستی میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے۔

وَمَا تَنْزَلَتْ بِهٖ الشَّيَاطِیْنُ ۝ وَمَا يَتَّبِعِیْ لَھُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۝ اِنَّھُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْرُوْلُوْنَ ۝

اس قرآن کو شیطان نہیں لائے ۝ نہ وہ اس کے قائل ہیں نہ انہیں اس کی طاقت ہے ۝ بلکہ وہ تو سننے سے بھی محروم کر دیئے گئے ہیں ۝

یہ کتاب عزیز: ☆☆ (آیت: ۲۱۰-۲۱۲) یہ کتاب عزیز جس کے آس پاس بھی باطل چمک نہیں سکتا جو حکیم و حمید اللہ کی طرف سے اتاری ہے جس کو روح الامین جو قوت و طاقت والے ہیں لے کر آئے ہیں اسے شیاطین نہیں لائے۔ پھر ان کے نہ لانے پر تین وجوہات بیان کی گئیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس کے لائق ہی نہیں۔ ان کا کام مخلوق کو بہکانا ہے نہ کہ راہ راست پر لانا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو اس کتاب کی شان ہے ان کے سر اسر خلاف ہے۔ یہ نور ہے نہ ہدایت ہے نہ یہ براہان ہے۔ اور شیاطین ان تین چیزوں سے چڑتے ہیں وہ عظمت کے دلدار اور مخالفت کے پیرو ہیں۔ وہ جہالت کے شیدائیں ہیں۔ پس اس کتاب میں اور ان میں تو جانیں اور اختلاف ہے۔ کہاں وہ کہاں یہ؟ دوسری وجہ یہ کہ وہ جہاں اس کے اہل نہیں وہاں ان میں اس کو اٹھانے اور لانے کی طاقت بھی نہیں۔ یہ تو وہ ذی عزت اور

مرتبہ والا کلام ہے کہ اگر کسی بڑے سے بڑے پہاڑ پر بھی اترے تو اسے چکنا چور کر دے۔

پھر تیسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ تو اس کے نزول کے وقت ہٹا دیے گئے تھے۔ انہیں تو سننا بھی نہیں ملا۔ تمام آسمان پر سخت پہرہ چوکی تھی، یہ سننے کے لئے چڑھتے تھے تو ان پر آگ برساتی جاتی تھی۔ اس کا ایک حرف سن لینا بھی ان کی طاقت سے باہر تھا۔ تاکہ اللہ کا کلام محفوظ طریقہ پر ان کے نبی ﷺ کو پہنچے اور آپ کی وساطت سے مخلوق الہی کو پہنچے۔ جیسے سورہ جن میں خود جنات کا مقولہ بیان ہوا ہے کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے سخت پہرے چوکی سے بھر پورا پایا اور جگہ جگہ شعلے متعین پائے پہلے تو ہم بیٹھ کر اکاد کا بات اڑا لیا کرتے تھے لیکن اب تو کان لگا کر ہی شعلہ لپکتا ہے اور جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمَعَذِبِينَ ۝ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِئٌ ۝ مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ الَّذِي يَرْفِكُ حِينَ تَقُومُ ۝ وَتَقْلِبُكَ فِي السَّجْدِ ۝ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا کے قابل بن جائے ۝ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دے ۝ ان کے ساتھ فرشتے سے پیش آ جو بھی ایمان لائے والا ہو کر تیری اتباع داری کرے ۝ اگر یہ لوگ تیری نافرمانی کریں تو تو اعلان کر دے کہ میں ان کا سون سے بیزار ہوں جو تم کو کہتے ہو ۝ اپنا پاؤں راہِ جہنم سے غالب مہربان اللہ پر رکھ ۝ جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جب کہ تو کھڑا ہوتا ہے ۝ اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی ۝ وہ بڑا ہی سننے والا اور خوب جاننے والا ہے ۝

مستحق سزا لوگوں سے الگ ہو جاؤ: ☆☆ (آیت: ۲۱۳-۲۲۰) خود اپنے نبی ﷺ سے خطاب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف میری ہی عبادت کر۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر جو بھی ایسا کرے گا وہ ضرور مستحق سزا ہے۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار کر دے کہ بجز ایمان کے کوئی چیز نجات دہندہ نہیں۔ پھر حکم دیتا ہے کہ موصوع متبع سنت لوگوں سے فرشتے کے ساتھ ملتا جلتا رہ۔ اور جو بھی میرے حکم نہ مانے خواہ کوئی ہو تو اس سے بے تعلق ہو جا۔ اور اپنی بیزاری کا اظہار کر دے۔ یہ خاص طور کی خاص لوگوں کی تنبیہ عام لوگوں کی تنبیہ کے معنای نہیں کیونکہ یہ اس کا جز ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے تو اس قوم کو ڈرا دے جن کے بڑے بھی ڈرنا نہیں گئے اور جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور آیت میں ہے۔ لِنُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا کیا تو کے والوں کو اور اس کے ارد گرد والوں کو سب کو ڈرائے۔ اور آیت میں ہے تو اس قرآن سے انہیں ہوشیار کر دے جو اپنے رب کے پاس جمع ہونے سے خوف زدہ ہو رہے ہیں۔ دیگر آیت میں ارشاد فرمایا کہ تو اس قرآن سے پرہیز گاروں کو خوشخبری سنا دے اور سرکشوں کو ڈرا دے۔ اور آیت میں فرمایا۔ لَأَنْذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ تَاكُمِ اِی قرآن کے ساتھ تمہیں اور جسے بھی یہ پہنچے ڈرا دوں۔ اور فرمان ہے اس کے ساتھ ان تمام فرقوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کی سزا جہنم ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں سے جس کے کان میں میری رسالت کی بات پڑ جائے خواہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مجھ پر ایمان نہ لائے تو ضرور وہ جہنم میں جائے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ انہیں سن لیجئے۔

(۱) مسند احمد میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری تو آنحضرت ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور یا صبا حاءہ کر کے آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے، جو نہیں آ سکتے تھے، انہوں نے اپنے آدی بھیج دیے۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا اے اولاد عبدالمطلب! اے اولاد فہر! بناؤ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر تمہارے دشمن کا لشکر پڑا ہوا ہے اور گھات میں ہے، موقعہ پاتے ہی تم سب کو قتل کر ڈالے گا تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بیک زبان کہا کہ ہاں ہم آپ کو سچا ہی سمجھیں گے۔ اب آپ نے فرمایا سن لو میں تمہیں آنے والے سخت عذابوں سے ڈرانے والا ہوں۔ اس پر ابولہب ملعون نے کہا تو ہلاک ہو جائے۔ یہی سنانے کے لیے تو نے ہمیں بلایا تھا۔ اس کے جواب میں سورہ نبث پیدا اتری (بخاری و مسلم وغیرہ)

(۲) مسند احمد میں ہے اس آیت کے اترتے ہی اللہ کے نبی ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے اے فاطمہ بنت محمد ﷺ اے صفیہ بنت عبدالمطلب سنو میں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آ سکتا۔ ہاں میرے پاس جو مال ہو جتنا تم چاہو میں دینے کے لئے تیار ہوں (مسلم)

(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کے اترتے ہی حضور ﷺ نے قریشیوں کو بلایا اور انہیں ایک ایک کر کے اور عام طور پر خطاب کر کے فرمایا اے قریشیو! اپنی جانیں جہنم سے بچالو۔ اے کعب کے خاندان والو! اپنی جانیں آگ سے بچالو۔ اے ہاشم کی اولاد کے لوگو! اپنے آپ کو اللہ کے عذابوں سے بچو۔ اے عبدالمطلب کے لڑکے! اللہ کے عذابوں سے بچو کی کوشش کرو۔ اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد! اپنی جان کو دوزخ سے بچالے، قسم اللہ کی میں اللہ کے ہاں کسی چیز کا مالک نہیں۔ بے شک تمہاری قرابت داری ہے جس کے دنیوی حقوق میں ہر طرح ادا کرنے کو تیار ہوں۔ (مسلم وغیرہ) بخاری و مسلم میں بھی قدرے الفاظ کی تبدیلی سے یہ حدیث مروی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی چھوٹی محض حضرت صفیہ اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی فرمایا کہ میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے طلب کرلو۔ ابو یعلیٰ میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے ہاشم! اے عبدمناف کی اولاد! یاد رکھو میں ڈرانے والا ہوں اور موت بدلہ دینے والی ہے اس کا چھاپ پڑنے ہی والا ہے اور قیامت وعدہ گاہ ہے۔

(۴) مسند احمد میں ہے حضور ﷺ پر یہ آیت اتری تو آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے جس کی چوٹی پر پتھر تھے وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا اے عبدمناف! میں تو صاف چوکنا کر دینے والا ہوں، میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے دشمن کو دیکھا اور دوڑ کر اپنے عزیزوں کو ہشیار کرنے کے لئے آیا تاکہ وہ بچاؤ کر لیں، دور سے ہی اس نے غل مچانا شروع کر دیا کہ پہلے ہی خبردار ہو جائیں (مسلم نسائی وغیرہ)

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل بیت کو جمع کیا، یہیں شخص تھے جب یہ کھاپی چکے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمے لے۔ اور میرے بعد میرے وعدے پورے کرے۔ وہ جنت میں بھی میرا ساتھی اور میری اہل میں میرا خلیفہ ہوگا۔ تو ایک شخص نے کہا آپ تو ایک سمندر ہیں۔ آپ کے ساتھ کون کھڑا ہو سکتا ہے؟ تین دفعہ آپ نے فرمایا لیکن کوئی تیار نہ ہوا تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کے لئے تیار ہوں (مسند احمد) ایک اور سند سے اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بعد عبدالمطلب کو جمع کیا۔ یہ ایک جماعت کی جماعت تھی اور بڑے کھاد تھے۔ ایک ایک شخص ایک ایک بکری کا بچہ کھا جاتا تھا اور ایک بڑا بھندا دودھ کھاپی جاتا تھا۔ آپ نے ان سب کے کھانے کے لئے صرف تین پاؤں کے قریب کھانا پکوا لیا لیکن اللہ نے اسی میں اتنی برکت دی کہ سب پیٹ بھر کر کھا چکے اور خوب آسودہ ہو کر پی چکے لیکن نہ تو کھانے میں کی نظر آتی تھی نہ پیتے

کی چیز کھنی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے اولاد عبدالمطلب! میں تمہاری طرف خصوصاً اور تمام لوگوں کی طرف عموماً نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس وقت تم ایک مجزز بھی میرا دیکھ چکے ہو۔ اب تم میں سے کون تیار ہے کہ مجھ سے بیعت کرے۔ وہ میرا بھائی اور میرا سہیلی ہو گا لیکن ایک شخص بھی مجمع سے کھڑا نہ ہوا۔ سو امیر سے اور میں اس وقت عمر کے لحاظ سے ان سب سے چھوٹا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم بیٹھ جاؤ۔ تین مرتبہ آپؐ نے یہی فرمایا اور تینوں مرتبہ بجز میرے اور کوئی کھڑا نہ ہوا۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے میری بیعت لی۔

امام بیہقی دلائل النبوة میں لائے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو آپؐ نے فرمایا اگر میں اپنی قوم کے سامنے ابھی ہی اسے پیش کروں گا تو وہ نہ مانیں گے اور ایسا جواب دیں گے جو مجھ پر گراں گزرے۔ پس آپؐ خاموش ہو گئے اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمانے لگے۔ حضرت ﷺ اگر آپؐ نے قبیل ارشاد میں تاخیر کی تو ڈر ہے کہ آپؐ کو سزا ہوگی اسی وقت آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا مجھے تم سے کھانا کھانا کروں تو میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں میں نے یہ خیال کر کے کہ اگر پہلے ہی سے ان سے کہا گیا تو یہ مجھے ایسا جواب دیں گے جس سے مجھے ایذا پہنچے میں خاموش رہا لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تجھے عذاب ہوگا۔ تو اب اسے علیؑ تم ایک بکری ذبح کر کے گوشت پکادو۔ اور کوئی تین سیر اناج بھی تیار کر لو اور ایک بھدنا دودھ کا بھی بھرو۔ اور اولاد عبدالمطلب کو بھی جمع کرلو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور سب کو دعوت دے دی۔ چالیس آدمی جمع ہوئے یا ایک آدھ کم یا ایک یا ایک آدھ زیادہ ان میں آپؐ کے چچا بھی تھے۔ ابوطالب، حمزہؓ، عباسؓ اور ابولہب کا فریضہ۔ میں نے سالن پیش کیا تو آپؐ نے اس میں سے ایک بوٹی لے کر کچھ کھائی۔ پھر اسے ہڈیاں ڈال دیا اور فرمایا لو اللہ کا نام اور کھانا شروع کرو۔ سب نے کھانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ پیٹ بھر گئے لیکن اللہ کی قسم گوشت اتنا ہی تھا جتنا رکھتے وقت رکھا تھا صرف ان کی انگلیوں کے نشانات تو تھے مگر گوشت کچھ بھی نہ گھٹا تھا۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا گوشت تو کھا لیتا تھا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے علیؑ انہیں پلاؤ۔ میں وہ بھدنا لایا۔ سب نے باری باری شکم سیر ہو کر پیرا اور خوب آسودہ ہو گئے لیکن دودھ بالکل کم نہیں ہوا۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا دودھ پی لیا کرتا تھا۔ اب حضورؐ نے کچھ فرمانا چاہا لیکن ابولہب جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا تو صاحب اب معلوم ہوا کہ یہ تمام جا دو گری محض اس لئے تھی۔ چنانچہ مجمع اسی وقت اکھڑ گیا اور ہر ایک اپنی راہ لگ گیا اور حضورؐ کو نصیحت و تبلیغ کا موقع نہ ملا۔ دوسرے روز آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا آج پھر اسی طرح ان سب کی دعوت کرو کیونکہ کل اس نے مجھے کچھ کہنے کا وقت ہی نہیں دیا۔ میں نے پھر اسی طرح کا انتظام کیا۔ سب کو دعوت دی۔ آئے۔ کھایا پیا پھر کل کی طرح آج بھی ابولہب نے کھڑے ہو کر دی بات کہی اور اسی طرح سب تتر بتر ہو گئے۔ تیسرے دن پھر حضورؐ نے حضرت علیؑ سے یہی فرمایا۔ آج جب سب کھانی چکے تو حضورؐ نے جلدی سے اپنی گفتگو شروع کر دی اور فرمایا اے بنو عبدالمطلب! واللہ کوئی نوجوان شخص اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر بھلائی نہیں لایا جو میں تمہارے پاس لایا ہوں میں دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا اب بتاؤ تم میں سے کون میرے ساتھ اتفاق کرتا ہے اور کون میرا ساتھ دیتا ہے؟ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ پہلے میں تمہیں اس کی راہ کی دعوت دوں جو آج میری مان لے گا وہ میرا بھائی ہوگا اور یہ درجے ملیں گے۔ لوگ سب خاموش ہو گئے لیکن حضرت علیؑ جو اس وقت اس مجمع میں سب سے کم عمر تھے اور کچھ آنکھوں والے اور موٹے پیٹ والے اور بھری پنڈلیوں والے تھے بول اٹھے یا رسول اللہ اس امر میں آپؐ کی وزارت میں قبول کرتا ہوں۔ آپؐ نے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے اور ایسی ایسی فضیلتوں والا ہے۔ تم اس کی سنو اور مانو۔ یہ سن کر وہ سب لوگ ہستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب سے کہنے لگے۔ لے اب تو اپنے بچے کی سن اور مان۔ لیکن اس کا راوی عبد الغفار بن قاسم بن ابی مریم مترک ہے کہ مذہب ہے اور ہے بھی شیعوہ۔ ابن مدینی وغیرہ فرماتے ہیں یہ حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا دیگر ائمہ حدیث سے بھی اس کو ضعیف

لکھا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ اس دعوت میں صرف بکری کے ایک پاؤں کا گوشت پکا تھا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضور خطبہ دینے لگے تو انہوں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ آج جیسا جادو تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس پر سب خاموش ہو گئے۔ اس میں آپ کا خطبہ یہ ہے کہ کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمہ لے اور میری اہل میں میرا خلیفہ بنے۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ اور عباس بھی چپ تھے۔ صرف اپنے مال کے بخل کی وجہ سے۔ میں عباس کو خاموش دیکھ کر خاموش ہو رہا۔ آپ نے دوبارہ یہی فرمایا دوبارہ بھی سب طرف خاموش تھی۔ اب تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں بول پڑا۔ میں اس وقت ان سب سے گری پڑی حالت والا چند ہی آنکھوں والا بڑے پیٹ والا اور بو جھل پنڈلیوں والا تھا۔ ان روایتوں میں جو حضور کا فرمان ہے کہ کون میرا قرض اپنے ذمہ لیتا ہے اور میری اہل کی میرے بعد حفاظت اپنے ذمہ لیتا ہے؟ اس سے مطلب آپ کا یہ تھا کہ میں جب اس تبلیغ دین کو پھیلاؤں گا اور لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلاؤں گا تو سب کے سب میرے دشمن ہو جائیں گے اور مجھے قتل کر دیں گے۔ یہی کھکا آپ کو نگاہ یہاں تک کہ یہ آیت اتری وَاللّٰهُ يَخْصُمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کی ایذا رسانی سے بچالے گا۔ اس وقت آپ بے خطر ہو گئے۔ اس سے پہلے آپ اپنی پہرہ چوکی بٹھا تے تھے لیکن اس آیت کے اترنے کے بعد وہ بھی ہٹا دی۔ اس وقت فی الواقع تمام بنو ہاشم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ایمان والا اور تصدیق و یقین والا کوئی نہ تھا۔

اسی لئے آپ نے ہی حضور کے ساتھ کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حضور نے کوہ صفا پر عام دعوت دی اور اور لوگوں کو توحید خالص کی طرف بلا یا اور اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ ابن عساکر میں ہے ایک مرتبہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مسجد میں بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے 'فونے دے رہے تھے' مجلس کچھ کچھ بھری ہوئی تھی۔ ہر ایک کی نگاہیں آپ کے چہرے پر تھیں اور شوق سے سن رہے تھے لیکن آپ کے لڑکے اور گھر کے آدمی آپس میں نہایت بے پرواہی سے اپنی باتوں میں مشغول تھے۔ کسی نے ابوہریرہؓ کو اس طرف توجہ دلائی کہ اور سب لوگ تو دل سے آپ کی علمی باتوں میں دلچسپی لے رہے ہیں اور آپ کے اہل بیت اس سے بالکل بے پرواہ ہیں۔ وہ اپنی باتوں میں نہایت بے پرواہی سے مشغول ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے دنیا سے بالکل کنارہ کشی کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اور ان پر سب سے زیادہ سخت اور بھاری ان کے قراہت دار ہوئے ہیں۔ اسی بارے میں آیت وَأَنذِرْ سَ تَعْلَمُونَ تک ہے۔

پھر فرماتا ہے اپنے تمام امور میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھو وہی تمہارا حافظ و ناصر ہے وہی تمہاری تائید کرنے والا اور تمہارے کلمے کو بلند کرنے والا ہے۔ اس کی نگاہیں ہر وقت تم پر ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا اپنے رب کے حکموں پر صبر کر۔ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ جب تو نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ ہم تمہارے رکوع و سجود دیکھتے ہیں۔ کھڑے ہو یا بیٹھے ہو یا کسی حالت میں ہو ہماری نظروں میں ہو۔ یعنی تمہاری میں تو نماز پڑھتے ہو تو ہم دیکھتے ہیں اور جماعت سے پڑھتے تو تو ہماری نگاہ کے سامنے ہوتا ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ حالت نماز میں آپ کو جس طرح آپ کے سامنے کی چیزیں دکھاتا تھا آپ کے پیچھے کے مقتدی بھی آپ کی نگاہ میں رہتے تھے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے حضور فرمایا کرتے تھے 'میں درست کر لیا کرو میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا رہتا ہوں۔ ابن عباسؓ یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک نبی کی پیٹھ سے دوسرے نبی کی پیٹھ کی طرف منتقل ہونا برابر دیکھتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ بحیثیت نبی دنیا میں آئے۔ وہ اللہ اپنے بندوں کی باتیں خوب سنتا ہے ان کی حرکات و سکنات کو خوب جانتا ہے۔ جیسے فرمایا وَمَا تَكْبُورُ فِيْ شَأْنِ اِلٰحِ تَوْجِسْ حالت میں ہو تم جتنا قرآن پڑھو تم جو عمل کرو اس پر ہم شاہد ہیں۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۖ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۖ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَآكُثْرُهُمْ كَذِبُونَ ۖ وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۖ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۖ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۖ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۖ

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں ○ وہ ہر ایک جموں گھگر پر اترتے ہیں ○ اچھی ہوئی کسی سنانی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جموں ہیں ○ شاعروں کی بیرونی وی کرتے ہیں جو بیکہ ہوئے ہوں ○ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک جنگل میں سرگراتے پھرتے ہیں ○ اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں ○ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا جنہوں نے ظلم کیا ہے وہ ابھی ابھی جان لیں گے کہ کس کر دت لٹتے ہیں ○

شیاطین اور جادوگر : ☆ ☆ (آیت : ۲۲۱-۲۲۷) مشرکین کہا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا یہ قرآن برحق نہیں اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے یا اس کے پاس جنوں کا کوئی سردار آتا ہے جو اسے یہ سکھا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس اعتراض سے پاک کیا اور ثابت کیا کہ آپ جس قرآن کو لائے ہیں وہ اللہ کا کلام ہے اسی کا اتارا ہوا ہے۔ بزرگ امین طاقتور فرشتے اسے لایا ہے۔ یہ کسی شیطان یا جن کی طرف سے نہیں شیاطین تو تعلیم قرآن سے چڑتے ہیں اس کی تعلیمات ان کے عکس خلاف ہیں۔ انہیں کیا بڑی کر ایسا پاکیزہ اور راہ راست پر لگانے والا قرآن وہ لائیں اور لوگوں کو نیک راہ بتائیں۔ وہ تو اپنے جیسے انسانی شیطانوں کے پاس آتے ہیں جو پیٹ بھر کر جھوٹ بولنے والے ہوں۔ بدکردار اور گنہگار ہوں۔ ایسے کانہوں اور بدکاروں اور جھوٹے لوگوں کے پاس جنات اور شیاطین پہنچتے ہیں کیونکہ وہ بھی جھوٹے اور بد اعمال ہیں۔ اچھی ہوئی کوئی ایک آدھ بات سنی سنانی پہنچاتے ہیں اور وہ ایک جوا سان سے چھپے چھپائے سن لی تھی سو جھوٹ اس میں ملا کر کانہوں کے کان میں ڈال دی۔ انہوں نے اپنی طرف سے پھر بہت سی باتیں شامل کر کے لوگوں میں ڈیگیں مار دیں۔ اب ایک آدھ جچی بات تو جچی نگلی لیکن لوگوں نے ان کی اور سورجھوٹی باتیں بھی جچی مان لیں اور تہا ہوئے۔ بخاری شریف میں ہے کہ لوگوں نے کانہوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ لوگوں نے کہا حضور بھی کسی تو ان کی کوئی بات کھری بھی نکل آتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ وہی بات ہوتی ہے جو تات آسان سے اڑا لاتے ہیں اور ان کے کان میں کہہ کر جاتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر کہہ دیتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ آسان پر کرتا ہے تو فرشتے باادب اپنے پر جھکا دیتے ہیں۔ ایسی آواز آتی ہے جیسے کسی چٹان پر زنجیر بجائی جاتی ہو۔ جب وہ گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو آپس میں دریافت کرتے ہیں کہ رب کا کیا حکم صادر ہوا؟ دوسرے جواب دیتے ہیں کہ حق نے یہ فرمایا اور وہ عايشان اور بہت بڑی کبریائی والا ہے۔ کبھی کبھی امرا الہی سے چوری چھپے سننے والے کسی جن کے کان میں بھنک پڑ جاتی ہے جو اس طرح ایک پراک بھو کر وہاں تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ راوی حدیث حضرت سفیان نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر اس پر دوسرا ہاتھ اس طرح دکھ کر انہیں بلا

کر بتایا کہ اس طرح اب اوپر والا نیچے والے کو اور وہ اپنے سے نیچے والے کو وہ بات بتلا دیتا ہے یہاں تک کہ جادوگر اور کاہن کو وہ پہنچا دیتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات پہنچاتے اس سے پہلے شعلہ پہنچ جاتا ہے اور کبھی اس سے پہلے ہی وہ پہنچا دیتے ہیں۔ اس میں کاہن و جادو گر اپنے سوچوٹ ملا کر مشہور کرتا ہے۔ چونکہ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے۔ لوگ سب باتوں کو ہی سچا سمجھنے لگتے ہیں۔ ان تمام احادیث کا بیان آیت حَتَّىٰ اِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ اَلتَّفْسِيْرُ مِثْلَ آبٍ مِّنْ لَّدُنْہِ -

بخاری شریف کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ فرشتے آسمانی امر کی بات چیت باؤلوں پر کرتے ہیں جسے شیطان سن کر کاہنوں کو پہنچاتے ہیں اور وہ ایک جگہ میں سوچوٹ ملا لیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کافر شاعروں کی تابعداری گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ عرب کے شاعروں کا دستور تھا کسی کی مذمت اور جو بھی کچھ کہہ ڈالتے تھے لوگوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہو جاتی تھی اور اس کی ہاں میں ہاں ملائے لگتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ عرج میں جا رہے تھے راستہ میں ایک شاعر شعر خوانی کرتا ہوا ملا۔ آپ نے فرمایا اس شیطان کو پکڑ لو یا فرمایا روک لو۔ تم میں سے کوئی شخص خون اور پیپ سے اپنا پیٹ بھر لے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے اپنا پیٹ بھر لے۔ انہیں ہر جنگل کی ٹھوکریں کھاتے کسی نے نہیں دیکھا؟ ہر لغو میں یہ گھس جاتے ہیں۔ کلام کے ہر فن میں بولتے ہیں۔ کبھی کسی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں کبھی کسی کی مذمت میں آسمان زمین سر پر اٹھاتے ہیں۔ جھوٹی تعریفیں خوشامد نہ باتیں جھوٹی برائیاں گھڑی ہوئی بدیاں ان کے حصے میں آئی ہیں۔ یہ زبان کے بھانڈے ہوتے ہیں لیکن کام کے کامل۔ ایک انصاری اور ایک دوسری قوم کے شخص نے جو کا مقابلہ کیا جس میں دونوں کی قوم کے بڑے بڑے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ پس اس آیت میں یہی ہے کہ ان کا ساتھ دینے والے گمراہ لوگ ہیں۔ وہ وہ باتیں بکا کرتے ہیں جنہیں کسی نے کبھی کیا نہ ہو۔ اسی لئے علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ اگر کسی شاعر نے اپنے شعر میں کسی ایسے گناہ کا اقرار کیا ہو جس پر حد شرع واجب ہو تو آیا وہ حد اس پر جاری کی جائے گی یا نہیں؟ دونوں طرف علماء گئے ہیں۔ واقعی وہ فخر و غرور کے ساتھ ایسی باتیں بک دیتے ہیں کہ میں نے یہ کیا اور وہ کیا حالانکہ کچھ کیا ہوا اور نہ ہی کر سکتے ہوں۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت نعمان بن عدی بن فضلہ کو بصرے کے شہر بیان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وہ شاعر تھے ایک مرتبہ اپنے شعروں میں کہا کہ کیا حسینوں کو یہ اطلاع نہیں ہوئی کہ ان کا محبوب بیان میں ہے جہاں ہر وقت شیشے کے گلاسوں میں دودھ شراب چل رہا ہے اور گاؤں کی بھولی لڑکیوں کے گانے اور ان کے قص و سرود مہیا ہیں ہاں اگر میرے کسی دوست سے ہو سکے تو اس سے بڑے اور بھرے ہوئے جام مجھے پلائے لیکن ان سے چھوٹے جام مجھے سخت ناپسند ہیں۔ اللہ کرے امیر المومنین کو یہ خبر نہ پہنچے ورنہ وہ برا مانیں گے اور سزا دیں گے۔ یہ اشعار سچے حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچے۔ آپ سخت ناراض ہوئے اور اسی وقت آدمی بھیجا کہ میں نے تجھے تیرے عہدے سے معزول کیا۔ اور آپ نے ایک خط بھیجا جس میں بِسْمِ اللّٰہ کے بعد حم کی تین آیتیں اَللّٰہُ الْمَھْصِيْرُ تک لکھ کر پھر تحریر فرمایا کہ تیرے اشعار میں نے سنے مجھے سخت رنج ہوا۔ میں تجھے تیرے عہدے سے معزول کرتا ہوں۔ چنانچہ اس خط کو پڑھتے ہی حضرت نعمان دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور بادب عرض کی امیر المومنین واللہ میں نے کبھی شراب پی نہ تھا نہ رنگ اور گانا بجانا دیکھا سنا۔ یہ تو صرف شاعرانہ ترنگ تھی۔ آپ نے فرمایا یہی میرا خیال ہے لیکن میری تو ہمت نہیں پڑتی کہ ایسے شخص کو شاعر کوئی عہدہ دوں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک بھی شاعر اپنے شعروں میں کسی جرم کے اعلان پر اگر چہ وہ قابل حد ہو تو حد نہیں لگائی جائے گی اس لئے کہ وہ جو کہتے ہیں سو کرتے نہیں ہاں وہ قابل ملامت اور لائق سرزنش ضرور ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ پیٹ کلابو پیپ سے بھر لیا اشعار سے بھر لینے سے بدتر ہے۔ مطلب یہ کہ رسول کریم ﷺ نہ تو شاعر ہیں نہ ساحر ہیں نہ کاہن ہیں نہ مفتزی ہیں۔ آپ کا ظاہر ہر حال میں آپ کی ان عیوب سے برأت کا بہت بڑا عادل گواہ ہے۔ جیسے فرمان ہے تو ہم نے انہیں شعر گوئی کھائی ہے نہ اس کے لائق ہے۔ یہ تو صرف فصاحت ہے اور قرآن ہمیں ہے۔ اور آیت میں ہے کہ یہ رسول کریم کا قول ہے۔ کسی شاعر کا نہیں۔ تم میں ایمان کی کمی ہے۔ یہ کسی کاہن کا قول نہیں۔ تم میں نصیحت ماننے کا مادہ کم ہے۔ یہ تو رب العالمین کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ اس سورت میں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اتری ہے۔ روح الامیں نے تیرے دل پر نازل فرمائی ہے۔ عربی زبان میں ہے۔ اس لئے کہ تو لوگوں کو آگاہ کر دے۔ اسے شیاطین لے کر نہیں آئے نہ یہ ان کے لائق ہے نہ ان کے بس کی بات ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ کر دیئے گئے ہیں۔ جو جھوٹے مفتزی اور بدکردار ہوتے ہیں ان کے پاس شیاطین آتے ہیں جو چپختی ہوئی باتیں سن سنا کر ان کے کانوں میں آ کر ڈال جاتے ہیں۔ محض جھوٹ بولنے والے یہ خود ہوتے ہیں۔ شاعروں کی پشت پناہی ادبائشوں کا کام ہے وہ تو ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں زبانی باتیں بناتے ہیں عمل سے کورے رہتے ہیں۔ اس کے بعد جو فرمان ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ اس سے اگلی آیت جس میں شاعروں کی مذمت ہے جب اتری تو دربار رسول کے شعر احقرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روئے اور بارہ نبی ﷺ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ شاعروں کی تو یہ گستاخی اور ہم بھی شاعر ہیں۔ اسی وقت آپ نے یہ دوسری آیت تلاوت فرمائی کہ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے تم ہو ذکر اللہ کا بکثرت کرنے والے تم ہو مظلوم ہو کر بدلہ لینے والے تم ہو پس تم ان سے مستغنی ہو (ابن ابی حاتم وغیرہ)۔

ایک روایت میں حضرت کعب کا نام ایک روایت میں صرف حضرت عبداللہ کی اس شکایت پر کہ یا رسول اللہ شاعر تو بھی ہیں ہوں اس دوسری آیت کا نازل ہونا مروی ہے لیکن ہے یہ قابل نظر۔ اس لئے کہ یہ سورت مکہ ہے۔ شعراء انصار جتنے بھی تھے وہ مدینے میں تھے پھر ان کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا یقیناً محل غور ہو گا اور جو حدیثیں بیان ہوئیں وہ مرسل ہیں۔ اس وجہ سے اعتماد نہیں بلکہ اگر کسی شاعر نے اپنی جاہلیت کے زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھی اشعار کہے ہوں اور پھر وہ مسلمان ہو جائے تو بہرے اور اس کے مقابلے میں ذکر اللہ بکثرت کرنے وہ پھٹک اس برائی سے الگ ہے۔ حسانت سیات کو دور کر دیتی ہیں جب کہ اس نے مسلمانوں کو اور دین حق کو برا کہا تھا وہ برا تھا لیکن جب اس نے ان کی مدح کی وہ برائی اچھائی سے بدل گئی۔ جیسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام سے پہلے حضور کی جو بیاناں کی تھی لیکن اسلام کے بعد یہی مدح بیان کی اور اپنے اشعار میں اس بھوکا عذر بھی بیان کرتے ہوئے کہا۔ میں اس وقت شیطانی نیچر میں پھنسا ہوا تھا۔ اسی طرح ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب باوجود آپ کا چچا زاد بھائی ہونے کے آپ کا جانی دشمن تھا اور بہت ہی جھوٹا کرتا تھا۔ جب مسلمان ہو گئے تو ایسے مسلمان ہوئے کہ دنیا بھر میں حضور سے زیادہ محبوب انہیں کوئی نہ تھا۔ اکثر آپ کی مدح کیا کرتے تھے اور بہت ہی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوسفیان صحر بن حرب جب مسلمان ہوا تو حضور سے کہنے لگا مجھے تین چیزیں عطا فرمائیے۔ ایک تو یہ کہ میرے لڑکے کے معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے۔ دوسرے مجھے کافروں سے جہاد کے لئے بھیجئے اور میرے ساتھ کوئی لشکر دیجئے تاکہ جس طرح کفر میں مسلمانوں سے لڑا کرتا تھا اب اسلام میں کافروں کی خبر لوں۔ آپ نے دونوں باتیں قبول فرمائیں۔ ایک تیسری درخواست بھی کی جو قبول کی گئی۔ پس ایسے لوگ اس آیت کے حکم سے اس دوسری آیت سے الگ کر لئے گئے۔ ذکر اللہ خواہ وہ

اپنے شعروں میں بکثرت کریں خواہ اور طرح اپنے کلام میں یقیناً وہ اگلے گناہوں کا بدلہ اور کفارہ ہے۔ اپنی مظلومی کا بدلہ لیتے ہیں۔ یعنی کافروں کی جھوٹا جواب دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسانؓ سے فرمایا تھا 'ان کفار کی جھوٹو۔ جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں۔ حضرت کعب بن مالک شاعر نے جب شعراء کی برائی قرآن میں بتی تو حضورؐ سے عرض کیا 'آپ نے فرمایا 'تم ان میں نہیں ہو' مومن تو جس طرح اپنی جان سے جہاد کرتا ہے اپنی زبان سے بھی جہاد کرتا ہے۔ واللہ تم لوگوں کے اشعار تو انہیں مجاہدین کے تیروں کی طرح چید ڈالتے ہیں۔ پھر فرمایا 'ظالموں کو اپنا انجام ابھی معلوم ہو جائے گا۔ انہیں عذر معذرت بھی کچھ کام نہ آئے گی۔ حضورؐ فرماتے ہیں 'ظالم سے بچو۔ اس سے میدان قیامت میں اندھیروں میں رہ جاؤ گے۔ آیت عام ہے خواہ شاعر ہوں خواہ شاعر نہ ہوں سب شامل ہیں۔ حضرت حسنؓ نے ایک نصرانی کے جنازے کو جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ آپ جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو اس قدر روتے کبھی بندھ جاتی۔ روم میں جب حضرت فضالہ بن عبید تشریف لے گئے اس وقت ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا 'اس سے مراد بیت اللہ کی بربادی کرنے والے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ مراد شرک ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت عام ہے۔ سب پر مشتمل ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے 'حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں 'میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنی وصیت صرف دو سطروں میں لکھی۔ جو یہ تھی 'بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ ہے وصیت ابوبکر بن ابی قحافہ کی۔ اس وقت کی جب کہ وہ دنیا چھوڑ رہے تھے۔ جس وقت کافر بھی مومن ہو جاتا ہے 'فاجر بھی توبہ کر لیتا ہے۔ تب کاذب کو بھی سچا سمجھا جاتا ہے۔ میں تم پر اپنا خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بنا کر جا رہا ہوں۔ اگر وہ عدل کرے تو بہت اچھا اور میرا اپنا گمان بھی ان کے ساتھ میں ہے اور اگر وہ ظلم کرے اور کوئی تبدیلی کر دے تو میں غیب نہیں جانتا۔ ظالموں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کو سننے کی جگہ دہ لو سنتے ہیں۔ سورہ شعراء کی تفسیر بحمد اللہ ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ النمل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طَسَّٰتْ تِلْكَ اٰیَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۝ هُدًى
وَبُشْرٰی لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ
الرَّكُوَّةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ یُوقِنُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ
بِالْآخِرَةِ زَیَّتَالَهُمْ اَعْمَالُهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ
الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِی الْآخِرَةِ هُمْ
الْآخَسَرُوْنَ ۝ وَاِنَّكَ لَشَقِیُّ الْقُرْآنِ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ ۝

یہ آیتیں ہیں قرآن کی یعنی واضح اور روشن کتاب کی ○ ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے لئے ○ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ○ جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے انہیں ان کے کثرت زینت دار کر دکھائے ہیں۔ پس وہ بھیگے پھرتے ہیں ○ یہی لوگ ہیں جن کے لئے بری ماہرہ اور آخرت میں بھی وہ سخت نقصان یافتہ ہیں ○ بے شک تجھے اللہ حکیم و عظیم کی طرف سے قرآن سکھایا جا رہا ہے ○

تفسیر سورۃ النمل: ☆ ☆ (آیت ۱-۶) حروف مقطعه جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان پر پوری طرح بحث سورۃ بقرہ کے شروع میں کر چکے ہیں۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم جو کھلی ہوئی واضح روشن اور ظاہر کتاب ہے یہ اس کی آیتیں ہیں جو مومنوں کے لئے ہدایت و بشارت ہیں۔ کیونکہ وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اس کی اتباع کرتے ہیں اسے سچا جانتے ہیں اس میں جو حکم احکام ہیں ان پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نمازیں صحیح طور پر پڑھتے ہیں فرضوں میں کمی نہیں کرتے اسی طرح فرض زکوٰۃ بھی دار آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا کو بھی مانتے ہیں۔ جنت و دوزخ کو حق جانتے ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں بھی ہے کہ ایمانداروں کے لئے تو یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمانوں کے کان تو بھر ہے ہیں ان میں روٹی دیئے ہوئے ہیں۔

اس سے خوشخبری پر بیہوش گاروں کو ہے اور بدکرداروں کو اس میں ڈراوا ہے۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ جو اسے چھٹائیں اور قیامت کے آنے کو نہ مانتیں ہم بھی انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کی برائیاں انہیں اچھی لگنے لگتی ہیں۔ اسی میں وہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے رہتے ہیں اور اپنی سرکشی اور گمراہی میں بڑھتے رہتے ہیں۔ ان کی نگاہیں اور دل الٹ جاتے ہیں۔ انہیں دنیا اور آخرت میں بدترین سزائیں ہو گی اور قیامت کے دن تمام اعلیٰ مشر میں سب سے زیادہ خسارے میں یہی رہیں گے۔ بے شک آپ اے ہمارے نبی ہم سے ہی قرآن لے رہے ہیں۔ ہم حکیم ہیں امر و نہی کی حکمت کو بخوبی جانتے ہیں۔ عظیم ہیں۔ چھوٹے بڑے تمام کاموں سے بخوبی خبردار ہیں۔ پس قرآن کی تمام خبریں بالکل صدق و صداقت والی ہیں۔ اور اس کے حکم احکام سب کے سب سراسر عدل اور انصاف والے ہیں۔ جیسے فرمان ہے و تمت کلمۃ ربک صدقاً و عدلاً۔

اِذْ قَالَ مُوسٰی لِاٰهْلِهٖ اِنِّیْٓ اَنْتِیْ نَارًا سَآئِیْکُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ
اَوْ اَتِیْکُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا
جَآءَ هَٰ نُودِیْ اَنْ بُورِکْ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۝ وَسُجِّنَ
اللّٰهُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یٰمُوسٰی اِنَّہٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝
وَالْقَ عَصَاکَ ۝ فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّکَ اَنْہَا جَآءَ وَّلِیُّ مَدْبَرًا ۝ وَلَمْ
یُعَقِّبْ یٰمُوسٰی لَا تَخَفْ ۝ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدِیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝

یاد ہو گا جب کہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے بات کوئی خبر لے کر آیا آگ کا سلگنا ہوا انکار لے کر ابھی تمہارا پاس آ جاؤں گا تا کہ تم سب تک تپ کر لو ○ جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی کہ بابرکت ہے وہ جو اس نور میں ہے اور برکت دیا گیا ہے وہ جو اس کے آس پاس ہے۔ تمام پاکی اس معبود برحق کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○ موسیٰ سن! بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں غالب با حکمت ○ تو اپنی لکڑی ڈال دے موسیٰ نے جب اسے اپنی جگہ دیکھا اس طرح کہو کہ گویا وہ بہت بڑا سانپ ہے تو منہ موڑے ہوئے پیچہ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا اے موسیٰ خوف نہ کیا۔ میرے

حضور میں پیغمبرؐ ڈرائیں کرتے

آگ لینے گئے رسالت مل گئی: ☆ ☆ (آیت: ۷-۱۳) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد دل رہا ہے کہ اللہ نے انہیں کس طرح بزرگ بنایا اور ان سے کلام کیا اور انہیں زبردست معجزے عطا فرمائے اور فرعون اور فرعونییوں کے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا لیکن ان کفار نے آپ کا انکار کیا! یہ کفر و تکبر سے نہ ہے آپ کی اتباع اور پیروی نہ کی۔ فرماتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی اہل کو لے کر چلے اور راستہ بھول گئے رات آگئی اور وہ بھی سخت اندھیرے والی۔ تو آپ نے دیکھا کہ ایک جانب سے آگ کا شعلہ ساد کھائی دیتا ہے۔ اپنی اہل سے فرمایا کہ تم تو یہیں ٹھہرو۔ میں اس روشنی کے پاس جاتا ہوں۔ کیا جب کہ وہاں جو ہوا اس سے راستہ معلوم ہو جائے یا میں وہاں سے کچھ آگ لے آؤں کہ تم اس سے ذرا سینک تاپ کرو۔ ایسا ہی ہوا بھی کہ آپ وہاں سے ایک بڑی خبر لائے اور بہت بڑا نور حاصل کیا۔ فرماتا ہے کہ جب وہاں پہنچے اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک سرسبز درخت ہے۔ اس پر آگ لپٹ رہی ہے شعلے تیز ہو رہے ہیں اور درخت کی سرسبزی اور بڑھ رہی ہے۔ اونچی نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ نور آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ فی الواقع وہ آگ نہ تھی بلکہ نور تھا۔ اور نور بھی رَبُّ الْعَالَمِينَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کا۔ حضرت موسیٰ متعجب تھے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یکا یک ایک آواز آتی ہے کہ اس نور میں جو ہے وہ پاک والا اور بزرگی والا ہے اور اس کے پاس جو فرشتے ہیں وہ بھی مقدس ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ سوتا نہیں اور نہ اسے سونا لائق ہے وہ ترازو کو پست کرتا ہے اور اونچی کرتا ہے۔ رات کے کام اس کی طرف دن سے پہلے اور دن کے کام رات سے پہلے چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے یا آگ ہے۔ اگر وہ بٹ جائیں تو اس کے چہرے کی تجلیاں ہر اس چیز کو جلا دیں جس پر اس کی نگاہ پہنچ رہی ہے یعنی کل کائنات کو۔

إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝
وَادْخُلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضًا مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۝
فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝
فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ أَيْنُتًا مُّبِينَةً قَالُوا هَذَا إِسْحَرُ مُبِينٌ ۝
وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانْظُرْ ۝
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝

لیکن جو لوگ ظلم کریں پھر اس کے عوض نیکی کریں اس برائی کے پیچھے تو نبیؐ میں بخشنے والا مہربان ہوں ○ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال۔ وہ سفید چمکیا ہو کر نکلے گا بغیر کسی عیب کے تو تو نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کے طرف جا یتھیا وہ بدکاروں کا گروہ ہے ○ جب ان کے پاس آنکھیں کھول دیئے والے ہمارے معجزے پہنچے تو وہ کہنے لگے تو صریح جادو ہے ○ انہوں نے ان کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے صرف ستم گاری اور تکبر کی بنا پر نہیں دیکھ لے کہ ان

قدر پر دواؤں کو ان کا انجام کیسا کچھ ہوا ○

ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ راوی حدیث نے یہ حدیث بیان فرما کر یہی آیت تلاوت کی۔ یہ الفاظ ابن ابی حاتم کے ہیں اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔ پاک ہے وہ اللہ جو تمام جہان کا پالہا رہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے مشابہ نہیں۔ اس کی

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ
وَقَالَ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنَطِقَ الطَّيْرِ وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
إِن هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ۝ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُودُهُ
مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝

ہم نے یقیناً داؤد اور سلیمان کو علم دے رکھا تھا۔ دونوں نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ داؤد کے وارث سلیمان ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم سب کچھ دے گئے ہیں بے شک یہ بالکل مکلا ہوا افضل الہی ہے۔ سلیمان کے سامنے ان کے تمام لشکر جنات اور انسان پر پندے جمع کئے گئے۔ ہر ہر قسم الگ الگ کھڑی کر دی گئی۔

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام پر خصوصی انعامات: ☆ ☆ (آیت: ۱۵-۱۷) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کی خبر دے رہا ہے جو اس نے اپنے بندے اور نبی حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام پر فرمائی تھیں کہ کس طرح دونوں جہان کی دولت سے انہیں مالا مال فرمایا۔ ان نعمتوں کے ساتھ ہی اپنے شکرے کی بھی توفیق دی تھی۔ دونوں باپ بیٹے بڑی برکت اللہ کی نعمتوں پر اس کی شکر گزاری کیا کرتے تھے اور اس کی تعریفیں بیان کرتے رہتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دے اور ان پر وہ اللہ کی حمد کرے تو اس کی حمد ان نعمتوں سے بہت افضل ہے دیکھو خود کتاب اللہ میں یہ نکتہ موجود ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت لکھ کر لکھا کہ ان دونوں پیغمبروں کو جو نعمت دی گئی تھی اس سے افضل نعمت اور کیا ہوگی۔ حضرت داؤد کے وارث حضرت سلیمان ہوئے اس سے مراد مال کی وارثت نہیں بلکہ ملک و نبوت کی وارثت ہے۔ اگر مالی میراث مراد ہوتی تو اس میں صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کا نام نہ آتا کیونکہ حضرت داؤد کی سویویاں تھیں۔ انبیاء کے مال کی میراث نہیں بنتی۔ چنانچہ سید الانبیاء علیہ السلام کا ارشاد ہے ہم جماعت انبیاء ہیں ہمارے ورثے نہیں بٹا کرتے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں۔ صدقہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کی نعمتیں یاد کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں یہ پورا ملک اور یہ زبردست طاقت کہ انسان جن پرندے سب تابع فرمان ہیں پرندوں کی زبان بھی سمجھ لیتے ہیں یہ خاص اللہ کا فضل و کرم ہے جو کسی انسان پر نہیں ہوا۔ بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ اس وقت پرند بھی انسانی زبان بولتے تھے۔ یہ محض ان کی بے علمی ہے۔ بھلا سمجھو تو سہی۔ اگر واقعی یہی بات ہوتی تو پھر اس میں حضرت سلیمان کی خصوصیت ہی کیا تھی جسے آپ اس فخر سے بیان فرماتے کہ ہمیں پرندوں کی زبان سکھادی گئی۔ پھر تو ہر شخص پرند کی بولی سمجھتا اور حضرت سلیمان کی خصوصیت جاتی رہتی۔ یہ محض غلط ہے۔ پرند اور حیوانات ہمیشہ سے ایسے ہی رہے۔ ان کی بولیاں بھی ایسی ہی ہیں۔ یہ خاص اللہ کا فضل تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر پرند کی زبان سمجھ لیتے تھے۔ ساتھ ہی یہ نعمت بھی حاصل ہوئی تھی کہ ایک بادشاہت میں جن جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے سب حضرت سلیمان علیہ السلام کو قدرت نے مہیا کر دی تھیں۔ یہ تھا اللہ کا مکلا احسان آپ پر۔

مند امام احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی غیرت والے تھے۔ جب آپ گھر سے باہر جاتے تو دروازے بند کر جاتے۔ پھر کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ ایک مرتبہ آپ اسی طرح باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک

بیوی صاحبہ کی نظر بھی تو دیکھتی ہیں کہ گھر کے بچوں میں ایک صاحب کھڑے ہیں۔ حیران ہو گئیں اور دوسروں کو دکھایا۔ آپس میں سب کہنے لگیں یہ کہاں سے آگئے؟ دروازے بند ہیں یہ داخل کیسے ہوئے؟ اس نے جواب دیا وہ جسے کوئی روک اور دروازہ روک نہ سکے۔ وہ جو کسی بڑے سے بڑے کی مطلق پرواہ نہ کرے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمانے لگے مرحبا ہوا مرحبا ہو۔ آپ ملک الموت ہیں۔ اسی وقت ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی۔ سورج نکل آیا اور آپ پر دھوپ آگئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت داؤد پر سایہ کریں۔ انہوں نے اپنے پر کھول کر ایسی گہری چھاؤں کر دی کہ زمین پر اندھیرا سا چھا گیا۔ پھر حکم دیا کہ ایک ایک کر کے اپنے سب پروں کو سمیٹ لو۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ پرندوں نے پھر پر کیسے سمیٹے؟ آپؐ نے اپنا ہاتھ سمیٹ کر بتلایا کہ اس طرح۔ اس پر اس دن سرخ رنگ گدھ غالب آگئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جمع ہوا جس میں انسان، جن پرند سب تھے۔ آپ سے قریب انسان تھے۔ پھر جن تھے۔ پرند آپ کے سروں پر رہتے تھے۔ گرمیوں میں سایہ کر لیتے تھے۔ سب اپنے اپنے مرتبے پر قائم تھے۔ جس کی جگہ مقرر تھی وہیں وہ رہتا۔

حَتَّىٰ إِذَا تَوَاعَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا
مَسْكَنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٌ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٨﴾
فَتَبَسَّمْ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ
نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَتِي وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا
تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴿١٩﴾

جب وہ چوہنیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چوہنی نے کہا اے چوہنیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے ○ اس کی اس بات سے حضرت سلیمان مسکرا کر فرم دے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے۔ مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے ○

(آیت: ۱۸-۱۹) جب ان لشکروں کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام چلے ایک جنگل پر گذر رہا وہاں چوہنیوں کا لشکر تھا۔ لشکر سلیمان کو دیکھ کر ایک چوہنی نے دوسری چوہنیوں سے کہا کہ جاؤ اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لشکر سلیمان چلتا ہوا تمہیں روند ڈالے اور انہیں علم بھی نہ ہو۔ حضرت حسن فرماتے ہیں اس چوہنی کا نام حرس تھا یہ بنو شیمان کے قبیلے سے تھی۔ تھی بھی لنگڑی بقدر بھیڑیے کے اسے خوف ہوا کہ یہ سب روندی جائیں گی اور پس جائیں گی۔ یہ سن کر حضرت سلیمان کو تقسیم بلکہ ہنسی آگئی اور اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اپنی ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنا اہم کارہم کہ جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں مثلاً پرندوں اور حیوانوں کی زبان سکھا دینا وغیرہ۔ نیز جو نعمتیں تو نے میرے والدین پر انعام کی ہیں کہ وہ مسلمان مومن ہوئے وغیرہ۔ اور مجھے نیک عمل کرنے کی توفیق دے جن سے تو خوش ہو اور جب میری موت آجائے تو مجھے اپنے نیک بندوں اور بلند رفقہاء میں ملا دے جو میرے دوست ہیں۔ مفسرین کا قول ہے کہ یہ وادی شام میں تھی۔ بعض اور جگہ بتاتے ہیں۔ یہ چوہنی مثل مکبوں کے پر دار تھی۔ اور بھی اقوال ہیں۔ نوب یکالی کہتے ہیں یہ بھیڑیے کے برابر تھی۔ ممکن ہے اصل میں لفظ ذباب ہو یعنی مکھی کے برابر اور کا تب کی غلطی سے وہ ذباب لکھ دیا گیا ہو یعنی بھیڑی۔ حضرت سلیمان چونکہ جانوروں کی

بولیاں سمجھتے تھے اس کی بات کو بھی سمجھ گئے اور بے اختیار ہنسی آ گئی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام استقاء کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چوئی الٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسان کی طرف اٹھائے ہوئے دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ ہم بھی تیری مخلوق ہیں پانی برسنے کی محتاجی ہمیں بھی ہے۔ اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گی۔ یہ دعا اس چوئی کی سن کر آپ نے لوگوں میں اعلان کیا 'لوٹ چلو۔ کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے گئے۔ حضور فرماتے ہیں: نبیوں میں سے کسی نبی کو ایک چوئی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے چوئیوں کے سوراخ میں آگ لگانے کا حکم دے دیا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے پیغمبر محض ایک چوئی کے کاٹنے پر تو نے ایک گروہ کے گروہ کو جو ہمارا شیخ خواں تھا ہلاک کر دیا۔ تجھے بدلہ لینا تھا تو اسی سے لیتا۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهَدْيَ ۚ أَمْ كَانِ
مِنَ الْغَافِلِينَ ۖ لَا عَذْبَةَ فَاكِهَةٍ وَلَا أَمْرًا يُبْغَىٰ
أَوْ لِيَأْتِيَنَّ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝

آپ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں بد کوئیں دیکھتا ہوں؟ میں اس سخت ترسزدادوں کا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے کوئی مقبول وجہ بیان کرے

ہد بد: ☆☆ (آیت ۲۰-۲۱) ہد ہدف جن سلیمان میں مہندس کا کام کرتا تھا۔ وہ بتلاتا تھا کہ پانی کہاں ہے؟ زمین کے اندر کا پانی اسے اس طرح نظر آتا تھا جیسے کہ زمین کے اوپر کی چیز لوگوں کو نظر آتی ہے۔ جب سلیمان علیہ السلام جنگل میں ہوتے اس سے دریافت فرماتے کہ پانی کہاں ہے؟ یہ بتا دیتا کہ فلاں جگہ ہے' اتنا اچھا ہے' اتنا اونچا ہے وغیرہ۔ حضرت سلیمان اسی وقت جنات کو حکم دیتے اور کنواں کھود لیا جاتا۔ حضرت سلیمان چاہتے تھے کہ ہد کو پانی کی تلاش کا حکم دیں۔ اتفاق سے وہ موجود نہ تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا 'آج ہد نظر نہیں آتا' کیا پرندوں میں کہیں وہ چھپ گیا جو مجھے نظر نہ آیا؟ یا واقع میں وہ حاضری نہیں؟

ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ تفسیر سن کر نافع بن اریز خارجی نے اعتراض کیا تھا۔ یہ بکواسی ہر وقت حضرت عبداللہؓ کی باتوں پر بے جا اعتراضات کیا کرتا تھا۔ کہنے لگا۔ بس آج تو تم ہار گئے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا یہ کیوں؟ اس نے کہا 'آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ ہد زمین تلے کا پانی دیکھ لیتا تھا یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ ایک بچہ جال بچھا کر اسے مٹی سے ڈھک کر اندر ڈال کر ہد کو شکار کر لیتا ہے' اگر وہ زمین کے اندر کا پانی دیکھتا ہے تو زمین کا اوپر کا جال اسے کیوں نہیں نظر آتا۔ آپ نے فرمایا 'اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تو یہ سمجھ جائے گا کہ ابن عباسؓ لا جواب ہو گیا تو مجھے جواب کی ضرورت نہ تھی' سن جس وقت قضا آ جاتی ہے' آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور عقل جاتی رہتی ہے۔ نافع لا جواب ہو گیا اور کہنے لگا واللہ اب آپ پر اعتراض نہ کروں گا۔ حضرت عبداللہؓ برزی ایک بھولے شخص تھے۔ جبر جمرات کا روزہ پابندی سے رکھا کرتے تھے۔ اسی سال کی عمر تھی۔ ایک آنکھ سے کانے تھے۔ سلیمان بن زید نے ان سے آنکھ کے جانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے اس کے بتانے سے انکار کر دیا۔ یہ بھی پیچھے پڑ گئے' مہینوں گزر گئے نہ وہ بتاتے نہ یہ سوال چھوڑتے' آخر تنگ آ کر فرمایا 'لو سن لو۔ میرے پاس لولو خراسانی برزہ میں (جو دمشق کے پاس ایک شہر ہے) آئے اور مجھ سے کہا کہ میں انہیں برزہ کی وادی میں لے جاؤں' میں انہیں وہاں لے گیا۔ انہوں نے انگلیٹھیاں نکالیں۔ بخور نکالے اور جلانے شروع کئے یہاں تک کہ تمام وادی خوشبو سے مہکتی لگی اور ہر طرف سے سانپوں کی آمد شروع ہو گئی لیکن بے پرواہی سے بیٹھے رہے۔ کسی سانپ کی طرف التفات تک نہ کرتے تھے۔ تھوڑی دیر میں ایک

سانپ آیا جو ہاتھ بھڑکا تھا اور اس کی آنکھیں منہ کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ بہت ہی خوش ہوئے اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے ہماری سال بھر کی محنت ٹھکانے لگی۔ انہوں نے اس سانپ کو لے کر اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر اپنی آنکھوں میں وہ سلائی پھیر لی، میں نے ان سے کہا کہ میری آنکھوں میں بھی یہ سلائی پھیر دو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے ان سے منت سماجت کی۔ یہ مشکل وہ راضی ہوئے اور میری دہائی آنکھ میں وہ سلائی پھیر دی۔ اب جو میں دیکھتا ہوں تو زمین مجھے ایک ششے کی طرح معلوم ہونے لگی جیسی اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں، ایسی ہی زمین کے اندر کی چیزیں بھی دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا 'اچھا اب آپ ہمارے ساتھ ہی کچھ دور چلے۔ میں نے منظور کر لیا۔ وہ ہاتھیں کرتے ہوتے مجھے ساتھ لئے ہوئے چلے۔ جب میں بستی سے بہت دور نکل گیا تو دونوں نے مجھے دونوں طرف سے پکڑ لیا اور ایک نے اپنی انگلی ڈال کر میری آنکھ نکال لی اور اسے پھینک دیا۔ اور مجھے یونہی بندھا ہوا چھوڑ کر دونوں کہیں چل دیے۔ اتفاقاً وہاں سے ایک قافلہ گزر اور انہوں نے مجھے اسی حالت میں دیکھ کر رحم کھایا۔ قید و بند سے مجھے آزاد کیا اور میں چلا۔ آیا یہ قصہ ہے میری آنکھ کے جانے کا۔ (ابن عساکر)

حضرت سلیمان کے اس بد بد کا نام خبر تھا۔ آپ فرماتے ہیں اگر فی الواقع وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا اس کے پڑ نچوڑ دوں گا اور اس کو پھینک دوں گا کہ کیڑے کوڑے کھا جائیں یا میں اسے حلال کر دوں گا۔ یا یہ کہ وہ اپنے غیر حاضر ہونے کی کوئی مقبول وجہ پیش کر دے۔ اتنے میں بد بد آ گیا۔ جانور نے اسے خبر دی کہ آج تیری خبر نہیں۔ بادشاہ سلامت عہد کر چکے ہیں کہ وہ تجھے مار ڈالیں گے۔ اس نے کہا یہ بیان کر دو کہ آپ کے الفاظ کیا تھے؟ انہوں نے بیان کئے تو خوش ہو کر کہنے لگا 'پھر تو میں بچ جاؤں گا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس کے بچاؤ کی وجہ اس کا اپنی ماں کے ساتھ سلوک تھا۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تَحِطُ بِهِ وَجِئْتُكَ
مِنْ سَبَائِمِ بَنِي إِفْرَاقٍ ۖ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝

کچھ زیادہ دیر گزری تھی کہ اس نے کہا میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر ہی نہ تھی۔ میں سب کی ایک چمکی خبر تیرے پاس لایا ہوں ○ میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے ○

بد بد کی غیر حاضری: ☆☆ (آیت: ۲۲-۲۳) بد بد کی غیر حاضری کی تھوڑی سی دیر گزری تھی جو وہ آگیا۔ اس نے کہا کہ اے نبی اللہ جس بات کی آپ کو خبر بھی نہیں میں اس کی ایک نئی خبر لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ میں سب سے آ رہا ہوں اور پختہ یقینی خبر لایا ہوں۔ ان کے سہاجر تھے اور یہ یمن کے بادشاہ تھے۔ ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے۔ اس کا نام بلقیس بنت شریل تھا۔ یہ سب کی ملکہ تھی۔ قتادہ کہتے ہیں۔ اس کی ماں جلیہ عورت تھی۔ اس کے قدم کا پچھلا حصہ چوپائے کے کھر جیسا تھا۔

اور روایت میں ہے اس کی ماں کا نام رفاعہ تھا۔ ابن جریج کہتے ہیں "اس کے باپ کا نام ذی سرخ تھا اور ماں کا نام بلقہہ تھا۔ لاکھوں کا اس کا لشکر تھا۔" اس کی بادشاہی ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے مشیر و وزیر تین سو بارہ شخص ہیں ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ ہزار کی جمعیت ہے۔ اس کی زمین کا نام مارب ہے۔ یہ صغاء سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہی قول قرین قیاس ہے۔ اس کا

اکثر حصہ مملکت یمن میں ہے۔ واللہ اعلم۔

ہر قسم کا دنیوی ضروری اسباب اسے مہیا ہے۔ اس کا نہایت ہی شاندار تخت ہے جس پر وہ جلوس کرتی ہے۔ سونے سے منڈھا ہوا ہے اور جزاؤں اور مردار پر ایک کارگیری اس پر ہوئی ہے یہ اسی ہاتھ اور چٹا تھا اور چالیس ہاتھ چوڑا تھا۔ چھ سو عورتیں ہر وقت اس کی خدمت میں کمر بستہ رہتی تھیں۔ اس کا دیوان خاص جس میں یہ تخت تھے بہت بڑا محل تھا۔ بلند ڈالاکشاہ اور فراخ پختہ مضبوط اور صاف جس کے مشرقی حصہ میں تین سو ساٹھ طاق تھے اور اتنے ہی مغربی حصے میں۔

وَجَدْتُهُمَا وَقَوْمَهُمَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ
لَا يَهْتَدُونَ ۝ أَلَا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ اللَّهُ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝

میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا۔ شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک ڈیا ہے۔ یہیں وہ ہدایت پر نہیں آتے ○ کہ اسی اللہ کے لئے سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے ○ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے ○

(آیت ۲۳-۲۶) اس محل کو اس صنعت سے بنایا تھا کہ ہر دن سورج ایک طاق سے نکلتا اور اسی کے مقابلہ کے طاق سے غروب ہوتا۔ اہل دربار صبح شام اسے سجدہ کر لیتے۔ راجا پر جاسب آفتاب پرست تھے۔ اللہ کا عابدان میں ایک بھی نہ تھا۔ شیطان نے برائیاں انہیں اچھی کر دکھائی تھیں اور ان پر حق کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ وہ راہ راست پر آتے ہی نہ تھے۔ راہ راست یہ ہے کہ سورج چاند اور ستاروں کی بجائے صرف اللہ ہی کی ذات کو سجدہ کے لائق مانا جائے۔

جیسے فرمان قرآن ہے کہ ”رات دن سورج چاند سب قدرت اللہ کی نشانیاں ہیں۔ تمہیں سورج کو چاند کو سجدہ نہ کرنا چاہئے۔ سجدہ صرف اسی اللہ کو کرنا چاہئے جو ان سب کا خالق ہے“ أَلَا يَسْجُدُوا کی ایک قرات أَلَا يَسْجُدُوا بھی ہے۔ یا کے بعد کا منادنی محذوف ہے یعنی اے میری قوم خبردار سجدہ اللہ ہی کے لئے کرنا جو آسمان کی زمین کی ہر ہر پوشیدہ چیز سے باخبر ہے۔ خبء کی تفسیر پانی اور بارش اور پیداوار سے بھی کی گئی ہے۔ کیا عجیب کہ بد مذہب جس میں بھی صفت تھی یہی مراد ہو۔ اور تمہارے برحق اور ظاہر کام کو بھی وہ جانتا ہے۔ کھلی چھپی بات اس پر یکساں ہے۔ وہی تمہا معبود برحق ہے وہی عرش عظیم کا رب ہے۔ جس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ چونکہ بد مذہب کی طرف بلانے والا ایک اللہ کی عبادت کا حکم دینے والا اس کے سوا غیر کے سجدے سے روکنے والا تھا اسی لئے اس کے قتل کی ممانعت کر دی گئی۔ مسند احمد ابو داؤد ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے چار جانوروں کا قتل منع فرمایا۔ چوئی شہد کی مکھی بد مذہب اور صر یعنی لئورا۔

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۱۷﴾
 اِذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَإَلْقِهِ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ
 مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۸﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ الْإِنِّ الْقِيَّ إِلَى
 كِتَابٍ كَرِيمٍ ﴿۱۹﴾ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ
 الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۲۰﴾ أَلَّا تَعْلَمُوا عَلَيَّ وَأَنْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿۲۱﴾

سلیمان نے کہا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے ○ میرے اس خط کو لے جا کر انہیں دے دے۔ پھر ان کے پاس سے ہٹ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ○ وہ کہنے لگی اسے سردار و میری طرف ایک با وقعت خط ڈالا گیا ہے ○ جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے ○ یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ ○

تحقیق شروع ہوگئی: ☆ ☆ (آیت: ۲۰-۳۱) ہد ہ کی خبر سنتے ہی حضرت سلیمان نے اس کی تحقیق شروع کر دی کہ اگر یہ سچا ہے تو قابل معافی ہے اور اگر جھوٹا ہے تو قابل سزا ہے۔ اسی سے فرمایا کہ میرا یہ خط بتلیس کو جو وہاں کی فرمانروا ہے دے آے۔ اس خط کو چوچ میں لے کر یا پر سے بندھوا کر ہد ہ ڈالا۔ وہاں پہنچ کر بتلیس کے محل میں گیا۔ وہ اس وقت خلوت خانہ میں تھی۔ اس نے ایک طاق میں سے وہ خط اس کے سامنے رکھ دیا اور ادب کے ساتھ ایک طرف ہو گیا۔ اسے سخت تعجب معلوم ہوا حیرت ہوئی اور ساتھ ہی کچھ خوف و دہشت بھی ہوئی۔ خط کو اٹھا کر مہر توڑ کر خط کھول کر پڑھا۔ اس کے مضمون سے واقف ہو کر اپنے امراء و وزراء سردار اور رؤسا کو جمع کیا اور کہنے لگی کہ ایک با وقعت خط میرے سامنے ڈالا گیا ہے۔ اس خط کا با وقعت ہونا اس پر اس سے بھی ظاہر ہو گیا تھا کہ ایک جانور اسے لاتا ہے وہ ہوشیاری اور احتیاط سے پہنچاتا ہے۔ سامنے با ادب رکھ کر ایک طرف ہو جاتا ہے تو جان گئی تھی کہ یہ خط مکرم ہے اور کسی با عزت شخص کا بھیجا ہوا ہے۔ پھر خط کا مضمون سب کو پڑھ سنایا کہ یہ خط حضرت سلیمان کا ہے اور اس کے شروع میں بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لکھا ہوا ہے۔ ساتھ ہی مسلمان ہونے اور تابع فرمان بننے کی دعوت ہے۔ اب سب نے پہچان لیا کہ یہ اللہ کے پیغمبر کا دعوت نامہ ہے اور ہم میں سے کسی میں ان کے مقابلے کی تاب و طاقت نہیں۔ پھر خط کی بلاغت و اختصار اور وضاحت نے سب کو حیران کر دیا کہ یہ محض عری عبارت بہت ہی باتوں سے سوا ہے۔ دریا کو کوڑہ میں بند کر دیا ہے۔ علماء کرام کا مقلوبہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے کسی نے خط میں بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نہیں لکھی۔

ایک غریب اور ضعیف حدیث ابن ابی حاتم میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے فرمایا میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں جو مجھ سے پہلے سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے بعد کسی نبی پر نہیں اتری میں نے کہا حضور کو وہ کی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد سے جانے سے پہلے ہی میں تجھے بتا دوں گا۔ اب آپ نکلنے لگے۔ ایک پاؤں مسجد سے باہر رکھ بھی دیا۔ میرے جی میں آیا شاید آپ بھول گئے۔ اتنے میں آپ نے یہی آیت پڑھی۔ اور روایت میں ہے کہ جب تک یہ آیت نہیں اتری تھی حضور ﷺ بِاسْمِ اللَّهِ تَحْرِیر فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ آیت اتری آپ نے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لکھنا شروع کیا۔ خط کا مضمون صرف اسی قدر تھا کہ میرے سامنے سرکشی نہ کرو مجھے مجبور نہ کرو میری بات مان لو تکبر سے کام نہ لو موجد مخلص، مطیع بن کر میرے پاس

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا
 حَتَّى تَشْهَدُوْنَ ۖ قَالُوا نَحْنُ أَوْلُوْا قُوَّةً وَأَوْلُوْا بِأَيْسٍ شَدِيْدَةٍ
 وَالْأَمْرُ إِلَيْكَ فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِيْنَ ۚ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوْكَ
 إِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً أَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا أَعْرَظَهَا أَهْلَهَا اذِلَّةً
 وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۚ وَآتِيْ مَرْسَلَهُ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنظِرَةً بِمَ
 يَرْجِعُ الْمَرْسَلُوْنَ ۚ

اس نے کہا کہ اے میرے سردارؤ تم میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو۔ میں کسی امر کا قطعی فیصلہ جب تک تمہاری موجودگی اور رائے نہ ہو نہیں کیا کرتی ○ ان سب نے جواب دیا کہ ہم طاقت اور قوت والے لڑنے لڑنے والے ہیں آگے آپ کو اختیار ہے۔ آپ خودی سوچ لیجئے کہ ہمیں آپ کیا کچھ علم فرمائی ہیں ○ اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ہستی میں گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے ذی عزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں انیٰ اللواقع وہ اسی طرح کرتے تھے ○ میں انہیں ایک ہد یہ بھیجی دالی ہوں۔ پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹے ہیں ○

بلیقس کو خط ملا: ☆ ☆ (آیت ۳۲-۳۵) بلیقس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط انہیں سنا کہ ان سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ تم جانتے ہو جب تک تم سے میں مشورہ نہ کر لوں تم موجود نہ ہو تو میں چونکہ کسی امر کا فیصلہ تمہا نہیں کر لیتی اس بارے میں بھی تم سے مشورہ طلب کرتی ہوں۔ بتاؤ کیا رائے ہے؟ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ ہماری جنگی طاقت بہت کچھ ہے اور ہماری طاقت مسلم ہے۔ اس طرف سے تو اطمینان ہے۔ آگے جو آپ کا حکم ہو۔ ہم تابعداری کے لئے موجود ہیں۔ اس میں ایک حد تک سرداران لشکر نے لڑائی کی طرف اور مقابلے کی طرف رغبت دی تھی لیکن بلیقس چونکہ سمجھ دار عاقبت اندیش تھی اور ہد کے ہاتھوں خط کے ملنے کا ایک کھلا معجزہ دیکھ چکی تھی یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ حضرت سلیمان کی طاقت کے مقابلے میں میرا لاؤ لشکر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر لڑائی کی نوبت آئی تو علاوہ ملک کی بربادی کے میں بھی سلامت نہ رہ سکوں گی۔ اس لئے اس نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے کہا بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی ملک کو فتح کرتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں، اجاڑ دیتے ہیں۔

جناب باری نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ فی الواقع یہ صحیح ہے۔ وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس نے جوہر کعبہ سوچی تھی کہ ایک چال چلے اور حضرت سلیمان سے موافقت کر لے، صلح کر لے۔ وہ اس نے ان کے سامنے پیش کی۔ کہا کہ اس وقت تو میں ایک گراں بہا تحفہ انہیں بھیجتی ہوں۔ دیکھتی ہوں اس کے بعد وہ میرے قاصدوں سے کیا فرماتے ہیں؟ بہت ممکن ہے کہ وہ اسے قبول فرمائیں اور ہم آئندہ بھی انہیں یہ رقم بطور جزیئے کے بھیجے رہیں اور انہیں ہم پر چڑھائی کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اسلام کی قبولیت میں اسی طرح اس نے ہدیئے بھیجنے میں نہایت دانائی سے کام لیا۔ وہ جانتی تھی کہ پیسہ روپیہ وہ چیز ہے کہ فولا دکو بھی نرم کر دیتا ہے۔ نیز اسے یہ بھی آ زمانا تھا کہ دیکھیں وہ ہمارے اس مال کو قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر قبول کر لیا تو سمجھ لو کہ وہ ایک بادشاہ ہیں۔ پھر ان سے مقابلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر واپس کر دیا تو ان کی نبوت میں شک نہیں۔ پھر مقابلہ سراسر بے سود بلکہ مضر ہے۔

فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَنُ قَالَ اَتْمِدُونِنِ بِمَالٍ فَمَا اَتَيْنَ اللّٰهُ خَيْرٌ
مِّمَّا اَتَيْتُكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدْيِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ۝ اَرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ
بِجُودٍ لَاَ قَبْلِ لَهُمْ بِمَا وُلِّنَحْرَجْتَهُمْ مِنْهَا اَزْلَةً وَهُمْ صَغُرُوْنَ ۝

جب قاصد حضرت سلیمان کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا تم مال سے مجھے تحفہ دینا چاہتے ہو؟ مجھے تو میرے رب نے اس سے بہت بہتر دے رکھا ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے یہیں تم ہی اپنے اس تحفے سے خوش رہو ۝ جان کی طرف واپس لوٹ جا۔ ہم ان کے مقابلہ پر وہ لشکر لائیں گے جن کے سامنے ہڑنے کی ان میں طاقت نہیں اور انہیں ہم ذلیل و ست کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے ۝

(آیت ۳۶-۳۷) بقیس نے بہت ہی گراں قدر تحفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ سونا، موتی، جواہر وغیرہ سونے کی کثیر مقدار ایشیں سونے کے برتن وغیرہ۔ بعض کہتے ہیں کچھ بچہ عورتوں کے لباس میں اور کچھ عورتیں لڑکوں کے لباس میں بھیجیں اور کہا کہ اگر انہیں وہ پہچان لے تو اسے نبی مان لینا چاہئے۔ جب یہ حضرت سلیمان کے پاس پہنچے تو آپ نے سب کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ لڑکیوں نے تو برتن سے پانی بہا کر اپنے ہاتھ دھوئے اور لڑکوں نے برتن میں ہی ہاتھ ڈال کر پانی لیا۔ اس سے آپ نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ پہچان کر الگ الگ کر دیا کہ یہ لڑکیاں ہیں اور یہ لڑکے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس طرح پہچان کر لڑکیوں نے تو پہلے اپنے ہاتھ کے اندرونی حصہ کو دھویا اور لڑکوں نے ان کے برخلاف بیرونی حصے کو پہلے دھویا۔ یہ بھی مروی ہے کہ ان میں سے ایک جماعت نے اس کے برخلاف ہاتھ کی انگلیوں سے شروع کر کے کہنی تک لے گئے۔ ان میں سے کسی میں نفی کا امکان نہیں واللہ اعلم۔ یہ بھی مذکور ہے کہ بقیس نے ایک برتن بھیجا تھا کہ اسے ایسے پانی سے پر کر دو جو زمین کا ہونڈا سامان کا تو آپ نے گھوڑے دوڑائے اور ان کے پیسنوں سے وہ برتن بھر دیا۔ اس نے کچھ فرہرے اور ایک لڑکی بھیجی تھی۔ آپ نے انہیں لڑی میں پر دیا۔ یہ سب اقوال عوامانی اسرائیلی کی روایتوں سے لئے جاتے ہیں۔ اب اللہ ہی کو علم ہے کہ ان میں سے واقع میں کون سا ہوا یا کچھ بھی نہیں ہوا؟ البتہ بظاہر تو الفاظ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس رانی کے تحفے کی طرف مطلقاً التفات ہی نہیں کیا۔ اور اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا تم مجھے مالی رشوت دے کر شرک پر باقی رہنا چاہتے ہو؟ یہ محض ناممکن ہے۔ مجھے رب نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ ملک مال لاؤ لشکر میرے پاس موجود ہے۔ تم سے ہر طرح بہتر حالت میں میں ہوں۔ قاصد اللہ۔ تم ہی اپنے اس ہدیے سے خوش رہو۔ یہ کام تم ہی کو سونپا کہ مال سے راضی ہو جاؤ اور تحفہ تمہیں جھکا دے۔ یہاں تو دو ہی چیزیں ہیں یا شرک چھوڑ دیا تو وار روکو۔ یہ بھی کہا گیا ہے اس سے پہلے کہ اس کے قاصد پہنچیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا اور انہوں نے سونے چاندی کے ایک ہزار محل تیار کر دیئے۔ جس وقت قاصد پائے تخت میں پہنچے ان محلات کو دیکھ کر ہوش جاتے رہے اور کہنے لگے یہ بادشاہ تو ہمارے اس تحفے کو اپنی حقارت سمجھے گا۔ یہاں تو سونا مٹی کی وقعت بھی نہیں رکھتا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بادشاہوں کو یہ جائز ہے کہ بیرونی لوگوں کے لئے کچھ تکلفات کرے اور قاصدوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کرے۔ پھر آپ نے قاصدوں سے فرمایا کہ یہ ہدیے انہیں کو واپس کر دو اور ان سے کہہ دو مقابلے کی تیاری کر لیں یا درکھو میں وہ لشکر لے کر چڑھائی کروں گا کہ وہ سامنے آئے ہی نہیں سکتے انہیں ہم سے جگہ کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ ہم انہیں ان کی سلطنت سے بیک بینی و دو گوش ذلت و حقارت کے ساتھ نکال دیں گے ان کے تخت و تاج کو روند دیں گے۔ جب قاصد اس تحفے کو واپس لے کر پہنچے اور شایع پیغام بھی سنا دیا بقیس کو آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا اور خود بھی اور تمام لشکر اور رعایا مسلمان ہو گئے اور اپنے لشکروں سمیت وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے جب آپ نے اس کا یہ قصد

معلوم کیا تو بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْاْ إِلَيْكُمْ يَا تَبِيْنِيْ بَعْرَشَهَا قَبْلَ اَنْ يَّاتُوْنِيْ
مُسْلِمِيْنَ ۝ قَالَ عَفَرْتُكَ مِنَ الْجِنِّ اَنَا اَتِيْتُكَ بِهٖ قَبْلَ
اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيْٓ اٰمِيْنٌ ۝ قَالَ الَّذِيْ
عِنْدَهٗ عَلِمْتُ مِنْ اِلَيْكَ اَنَا اَتِيْتُكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ
اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاَهٗ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ
رَبِّيْ ۚ لِيَبْلُوْنِيْٓ ؕ اَشْكُرْ اَمْ اَكْفُرْ ۚ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا
يُشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْٓ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝

آپ نے فرمایا 'اے سردار تم میں سے کوئی ہے جو ان کے مسلمان ہو کر میرے پاس پہنچے سے پہلے ہی اس کا تخت مجھے لا دے؟' ایک سرکش جن کہنے لگا 'آپ اپنی اس مجلس سے انھیں۔ اس سے پہلے ہی پہلے میں اے آپ کے پاس لا دیتا ہوں یقین ماننے کے میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی اماندار' جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ وہ بول اٹھا کہ آپ ایک جھپکا نہیں۔ اس سے بھی پہلے میں اے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں جب آپ نے اے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے یہی میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے وہ آواز ملے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری؟ شکر گزار بنے ہی نفع کے لئے شکر گزاری کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے پروا اور بزرگ ہے فنی و کریم ہے

بلقیس کو دوبارہ پیغام نبوت ملا: ☆ (آیت: ۳۸-۴۰) جب قاصد پہنچتا ہے اور بلقیس کو دوبارہ پیغام نبوت پہنچتا ہے تو وہ سمجھ لیتی ہے اور کہتی ہے 'واللہ یہ سچے پیغمبر ہیں اور پیغمبر کا مقابلہ کر کے کوئی ہنپ نہیں سکتا۔ اسی وقت دوبارہ قاصد بھیجا کہ میں اپنی قوم کے سرداروں سمیت حاضر خدمت ہوتی ہوں تاکہ خود آپ سے مل کر دینی معلومات حاصل کروں اور آپ سے اپنی تشریف کرلوں۔ یہ کہلو کہ یہاں اپنا نائب ایک کو بنایا۔ سلطنت کے انتظامات اس کے سپرد کئے۔ اپنا جواب بیش قیمت جڑا تخت جو سونے کا تھا' سات محلوں میں منتقل کیا اور اپنے نائب کو اس کی حفاظت کی خاص تاکید کی اور بارہ سردار جن میں سے ہر ایک کے تحت ہزاروں آدمی تھے اپنے ساتھ لئے اور ملک سلیمان کی طرف چل دی۔ جنات قدم قدم دم کی خبریں آپ کو پہنچاتے رہتے تھے جب آپ کو معلوم ہوا کہ قریب پہنچ چکا ہے تو آپ نے اپنے دربار میں جس میں جن وانس سب موجود تھے فرمایا کوئی ہے جو اس کے تخت کو اس کے پہنچنے سے پہلے یہاں پہنچا دے؟ کیونکہ جب وہ یہاں آ جائیں گی اور اسلام میں داخل ہو جائیں گی پھر اس کا مال ہم پر حرام ہو جائے گا۔ یہ سن کر ایک طاقتور سرکش جن جس کا نام کوکن تھا اور جو شل ایک بڑے پہاڑ کے تھا بول پڑا کہ اگر آپ مجھے حکم دیں تو آپ دربار درخواست کریں اس سے پہلے میں لا دیتا ہوں۔ آپ لوگوں کے فیصلے کرنے اور جھگڑے چکانے اور انصاف دینے صبح سے دوپہر تک دربار عام میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ اس نے کہا 'میں اس تخت کے اٹھالانے کی طاقت رکھتا ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔ اس میں کوئی چیز نہیں چڑاؤں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا 'میں چاہتا ہوں اس سے بھی پہلے میرے پاس وہ پہنچ جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اللہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی اس تخت کے منگوانے سے غرض یہ تھی کہ اپنے ایک زبردست مجرے کا اور پوری طاقت کا ثبوت بلقیس کو دکھائیں کہ اس کا تخت جسے اس نے سات مقل مکانوں میں رکھا تھا وہ

اس کے آنے سے پہلے دو بار سلیمانی میں موجود ہے (وہ غرض تھی جو اوپر روایت قنادہ بیان ہوئی) حضرت سلیمان کے اس جلدی کے تقاضے کو سن کر جس کے پاس کتابی علم تھا وہ بولا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ یہ آصف تھے جو حضرت سلیمان کے کاتب تھے۔ ان کے باپ کا نام برخیا تھا یہ ولی اللہ تھے۔ اسم اعظم جانتے تھے۔ بکے مسلمان تھے۔ بخواس رائل میں سے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں۔ ان کا نام اسطوم تھا۔ بلخ بھی مروی ہے ان کا لقب ذوالنور تھا۔

عبداللہ بن لہیعہ کا قول ہے یہ نصر تھے لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنی نگاہ دوڑائیے۔ جہاں تک پہنچے۔ نظر کیجئے۔ ابھی آپ دیکھ ہی رہے ہوں گے کہ میں اسے لادوں گا۔ پس حضرت سلیمان نے یمن کی طرف جہاں اس کا تخت تھا نظر کی۔ ادھر یہ کھڑے ہو کر وضو کر کے دعائیں مشغول ہوئے اور کہا یَا ذُو الْحَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا فَرَمَا یَا اِلَہِنَا وَ اِلَہُ کُلِّ شَیْءٍ اِلَہَا وَ اِجْدُ اِلَہُ اِلَّا اَنْتَ اِیْتِنِنِیْ بِعَرْشِہَا اسی تخت تحت بلقیس سامنے آ گیا۔ اتنی دیر میں یمن سے بیت المقدس میں دو تخت پہنچ گیا اور فکر سلیمان کے دیکھتے ہوئے زمین میں سے نکل آیا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنے سامنے موجود دیکھ لیا تو فرمایا یہ صرف میرے رب کا فضل ہے کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری؟ جو شکر کرے وہ اپنا ہی نفع کرتا ہے اور جو ناشکری کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی بندگی سے بے نیاز ہے اور خود بندوں سے بھی اس کی عظمت کسی کی محتاج نہیں۔ جیسے فرمان ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہِ اِنْ جَئَکَ جَئَکَ عَمَلُکَ کرتا ہے وہ اپنے لئے اور جو برائی کرتا ہے وہ اپنے لئے۔ اور جگہ ہے جو نیکی کرتے ہیں وہ اپنے لئے ہی اچھائی جمع کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا تم اور روئے زمین کے سب انسان بھی اگر اللہ سے کفر کرنے لگو تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑو گے۔ وہ غنی ہے اور عید ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان جنات بہتر سے بہتر اور نیک بخت سے نیک بخت ہو جائیں تو میرا ملک بڑھ نہیں جائے گا اور اگر سب کے سب بد بخت اور برے بن جائیں تو میرا ملک گھٹ نہیں جائے گا یہ تو صرف تمہارے اعمال ہیں جو جمع ہوں گے اور تم کو ہی ملیں گے۔ جو بھلائی پائے تو اللہ کا شکر کرے اور جو برائی پائے تو صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔

قَالَ تَكْبَرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ۖ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكَ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۖ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ۖ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ۖ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً ۖ وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا ۖ قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ ۖ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ۖ وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

حکم دیا کہ اس کے اس تخت میں کچھ پھیر بدل کر دینا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ راہ پالیتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے ○ پھر جب وہ آگئی تو اس سے دریافت کیا گیا کہ کیا ایسا ہی تیرا بھی تخت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ گویا وہی ہے ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے ○ اسے انہوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتی رہی تھی یقیناً وہ کافروں کوں میں سے تھی ○ اس سے کہا گیا کہ گل میں چلی چڑھتے دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ حوض ہے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ فرمایا یہ تو شیشے سے منگنی ہوئی عمارت ہے۔ کہنے لگی میرے پردہ گردار میں نے اپنی جان کا غم کیا اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرمان بردار بنتی ہوں ○

بلیقس کا تخت آنے کے بعد: ☆ ☆ (آیت: ۳۱-۳۲) اس تخت کے آجانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس میں قدرے تغیر و تبدل کر ڈالو۔ پس کچھ ہیرے جواہر بدل دیئے گئے۔ رنگ و روغن میں بھی تبدیلی کر دی گئی۔ نیچے اوپر سے بھی کچھ بدل دیا گیا۔ کچھ کی زیادتی بھی کر دی گئی تاکہ بلیقس کی آزمائش کریں کہ وہ اپنے تخت کو پہچان لیتی ہے یا نہیں پہچان سکتی؟ جب وہ پہنچی تو اس سے کہا گیا کہ کیا تیرا تخت یہ ہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہو بہو اسی جیسا ہے۔ اس جواب سے اس کی دور بینی، عظمتی، زیرکی، دانائی ظاہر ہے کہ دونوں پہلو سامنے رکھے۔ دیکھا کہ تخت بالکل میرے تخت جیسا ہے مگر یہ ظاہر اس کا یہاں پہنچنا ناممکن ہے تو اس نے سچ کی بات کہی۔ حضرت سلیمان نے فرمایا اس سے پہلے ہی ہمیں علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے۔ بلیقس کو اللہ کے سوا اوروں کی عبادت نے اور اس کے کفر نے تو حید الہی سے روک دیا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلیقس کو غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا۔ اس سے پہلے کافروں میں سے تھی۔ لیکن پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ ملکہ نے قبول اسلام کا اعلان محل میں داخل ہونے کے بعد کیا ہے۔ جیسے عقریب بیان ہو گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کے ہاتھوں ایک محل بنوایا تھا جو صرف شیشے اور کانچ کا تھا اور اس کے نیچے پانی سے لہاب حوض تھا شیشہ بہت ہی صاف شفاف تھا۔ آنے والا شیشے کا امتیاز نہیں کر سکتا تھا بلکہ اسے یہی معلوم ہوتا تھا کہ پانی ہی پانی ہے۔ حالانکہ اس کے اوپر شیشے کا فرش تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس صنعت سے غرض سلیمان علیہ السلام کی یہ تھی کہ آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن یہ سنا تھا کہ اس کی پنڈلیاں بہت خراب ہیں اور اس کے نیچے چھ پاپوں کے کھروں جیسے ہیں اس کی تحقیق کے لئے آپ نے ایسا کیا تھا۔ جب یہاں آنے لگی تو پانی کے حوض کو دیکھ کر اپنے کپچے اٹھائے آپ نے دیکھ لیا کہ جو بات مجھے پہنچائی گئی ہے غلط ہے۔ اس کی پنڈلیاں اور ہیر بالکل انسانوں جیسے ہی ہیں۔ کوئی نئی بات یا بد صورتی نہیں۔ ہاں چونکہ بے نکاح تھی پنڈلیوں پر بال بڑے بڑے تھے۔ آپ نے ابترے سے منڈوا ڈالنے کا مشورہ دیا لیکن اس نے کہا اس کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ آپ نے جنوں سے کہا کوئی اور چیز بناؤ جن سے یہ بال جاتے رہیں۔ پس انہوں نے ہڑتال پیش کی۔ یہ دوا سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہی تلاش کی گئی۔ محل میں بلانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ملک سے اپنے دربار سے اپنی روٹنے سے اپنے سامان سے اپنے لطف و عیش سے خود اپنے سے بڑی ہستی دیکھ لے اور اپنا جاہ و چشم نظروں سے گر جائے جس کے ساتھ ہی تکبر و تجبر کا خاتمہ بھی بنتی تھا۔ یہ جب اندر آنے لگی اور حوض کی حد پر پہنچی تو اسے لہلہا تا ہوا دیا کچھ کر پانچے اٹھائے۔ اسی وقت کہا گیا کہ آپ کو غلطی لگی۔ یہ تو شیشہ منڈھا ہوا ہے۔ آپ اسی کے اوپر سے بغیر قدم نہ رکھ سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچنے ہی اس کے کان میں آپ نے صدائے تو حید ڈالی اور سورج پرستی کی مذمت سنائی۔ اس محل کو دیکھتے ہی اس حقیقت پر نظر ڈالتے ہی دربار کے ٹھاٹھ دیکھتے ہی اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی کہ میرا ملک تو اس کے پاسک میں بھی نہیں۔ نیچے پانی ہے اور اوپر شیشہ ہے۔ سچ میں تخت سلیمانی ہے۔ اوپر سے پردوں کا سایہ ہے۔ جن و انس سب حاضر ہیں اور تابع فرمان۔ جب اسے تو حید کی دعوت دی گئی تو بے دینوں کی طرح اس نے بھی زندہ یقیناً نہ جواب دیا جس سے اللہ کی جناب میں گستاخی لازم آتی تھی۔ اسے سنتے ہی سلیمان

علیہ السلام اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور آپ کو دیکھ کر آپ کا سارا لشکر بھی - اب تو وہ بہت ہی نادم ہوئی - ادھر سے حضرت نے ڈانٹا کہ کیا کہہ دیا؟ اس نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی - اور اسی وقت رب کی طرف جھک گئی اور کہنے لگی اے اللہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اب میں حضرت سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئی - چنانچہ سچے دل سے مسلمان ہو گئی -

ابن ابی شیبہ میں یہاں پر ایک غریب اثر ابن عباسؓ سے وارد کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت پر متمکن ہوتے تو اس کے پاس کی کرسیوں پر انسان بیٹھتے اور اس کے پاس والی کرسیوں پر جن بیٹھتے پھر ان کے بعد شاپین بیٹھتے پھر ہوا اس تخت کو لے اڑتی اور معلق تھا دیتی - پھر برندا کر اپنے پروں سے سارے کر لیتے پھر آپ ہوا کو حکم دیتے اور وہ پرواز کر کے صبح صبح میں بھر کے فاصلے پر پہنچا دیتی - اسی طرح شام کو میں بھر کی دوری طے ہوتی - ایک مرتبہ اسی طرح آپ جارہے تھے - پرندوں کی دیکھ بھال جو کی تو بد ہد کو غائب پایا - بڑے ناراض ہوئے اور فرمایا کیا وہ جگہ میں مجھے نظر نہیں پڑتا یا جگہ غیر حاضر ہے؟ اگر واقعی وہ غیر حاضر ہے تو اسے سخت سزا دوں گا بلکہ ذبح کر دوں گا - ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان کر دے - ایسے موقعہ پر پرندوں کے پر نچا کر آپ زمین پر ڈلوادیتے تھے کیڑے کوڑے کھا جاتے تھے - اس کے بعد تھوڑی ہی دیر میں خود حاضر ہوتا ہے - اپنا سب جانا اور ہاں کی خبر لانا بیان کرتا ہے - اپنی معلومات کی تفصیل سے آگاہ کرتا ہے - حضرت سلیمانؑ اس کی صداقت کی آزمائش کے لئے اسے ملکہ سہا کے نام ایک چمچی دے کر دوبارہ بھیجتے ہیں جس میں ملکہ کو ہدایت ہوتی ہے کہ میری نافرمانی نہ کرو اور مسلمان ہو کر میرے پاس آ جاؤ - اس خط کو دیکھتے ہی ملکہ کے دل میں اس خط کی اور اس کے لکھنے والے کی عزت سا جاتی ہے - وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی ہے - وہ اپنی قوت طاقت 'فوج' ٹھانڈھ بیان کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تیار ہیں صرف اشارے کی دیر ہے لیکن یہ بڑے وقت کو اور اپنی شکست کے انجام کو خیال کر کے اس ارادے سے باز رہتی ہے اور دوستی کا سلسلہ اس طرح شروع کرتی ہے کہ تجھے اور بدیے حضرت سلیمان کے پاس بھیجتی ہے - جسے سلیمان علیہ السلام واپس کر دیتے ہیں اور چڑھائی کی دھمکی دیتے ہیں - اب یہ اپنے ہاں سے چلتی ہے - جب قریب پہنچ جاتی ہے اور اس کے لشکر کی گرد کو سلیمان علیہ السلام دیکھ لیتے ہیں تب فرماتے ہیں کہ اس کا تخت اٹھواؤ - ایک جن کہتا ہے کہ بہتر میں ابھی لاتا ہوں - آپ یہاں سے انھیں - اس سے پہلے ہی پہلے اسے دیکھ لیجئے - آپ نے فرمایا کیا اس سے بھی جلد ممکن ہے؟ اس پر یہ تو خاموش ہو گیا لیکن اللہ کے علم والے نے کہا ابھی ایک آنکھ بھیجتے ہی - اتنے میں تو دیکھا کہ جس کرسی پر پاؤں رکھ کر حضرت سلیمان تخت شاہی پر چڑھے تھے اسی کے نیچے سے پتلیں کا تخت نمایاں ہوا - آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا لوگوں کو صحت کی اور اس میں کچھ تبدیلیاں کرنے کا حکم دیا - اس کے آتے ہی اس سے اس تخت کی بابت پوچھا تو اس نے کہا گویا وہی ہے - اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دو چیزیں طلب کیں - ایک تو ایسا پانی جو نہ زمین سے نکلا ہو نہ آسمان سے برسا ہو - آپ کی عادت تھی کہ جب کچھ پوچھنے کی ضرورت پڑتی 'اول انسانوں سے دریافت فرماتے پھر جنوں سے - پھر شیطانوں سے - اس سوال کے پورا ہونے کے بعد اس نے دوسرا سوال کیا 'اللہ تعالیٰ کا رنگ کیسا ہے؟ اسے سن کر آپ اچھل پڑے اور اسی وقت سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ باری تعالیٰ اس نے ایسا سوال کیا کہ میں تو اسے تجھ سے دریافت ہی نہیں کر سکتا -

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ بے فکر ہو جاؤ - میں نے کفایت کر دی - آپ سجدے سے اٹھے اور فرمایا تو نے کیا پوچھا تھا - اس نے کہا - پانی کے بارے میں میرا سوال تھا جو آپ نے پورا کیا اور تو میں نے کچھ نہیں پوچھا - یہ خود اور اس کے سارے لشکر کی اس دوسرے سوال کو ہی بھول گئے - آپ نے لشکریوں سے بھی پوچھا کہ اس نے دوسرا سوال کیا کیا تھا؟ تو سب نے یہی جواب دیا کہ بجز پانی کے اس نے اور کوئی سوال نہیں کیا - شیطانوں کے دل میں خیال آیا کہ اگر سلیمان نے اسے پسند کر لیا اور اسے اپنا نکاح میں لے لیا اور اولاد بھی ہو گئی تو یہ

ہم سے ہمیشہ کے لئے گئے۔ اس لئے انہوں نے حوض بنایا۔ پانی سے پر کیا۔ اور اوپر سے بلور کا فرش بنادیا اس صفت سے کہ دیکھنے والے کو وہ معلوم ہی نہ دے۔ وہ تو پانی ہی سمجھے جب بلیقے دربار میں آئی اور وہاں سے گذرنا چاہا تو پانی جان کر اپنے پاؤں اٹھائے، حضرت سلیمان نے پنڈلیوں کے بال دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اسے زائل کرنے کی کوشش کرو تو کہا گیا کہ اسٹرے سے منڈ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا نشان مجھے ناپسند ہے۔ کوئی اور ترکیب بناؤ۔ پس شیاطین نے طلا بنایا جس کے لگاتے ہی بال اڑ گئے۔ پس اول اول بال صفا طلا حضرت سلیمان کے حکم سے ہی تیار ہوا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے اس قصے کو نقل کر کے لکھا ہے یہ کتنا اچھا قصہ ہے لیکن میں کہتا ہوں بالکل منکر اور سخت غریب ہے۔ یہ عطا بن ساب کا وہم ہے جو اس نے ابن عباس کے نام سے بیان کر دیا ہے۔ اور زیادہ قرین قیاس امر یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے دفاتر سے لیا گیا ہے جو مسلمانوں میں کعب اور وہب نے رائج کر دیا تھا۔ اللہ ان سے درگزر فرمائے۔ پس ان قصوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ بنو اسرائیل کو جدت پسند اور جدت طراز تھے۔ بدل لینا، گھڑ لینا، کمی زیادتی کر لینا ان کی عادت میں داخل تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اس نے ان کا محتاج نہیں رکھا۔ ہمیں وہ کتاب دی اور اپنے نبی کی زبانی وہ باتیں پہنچائیں جو فتح میں وضاحت میں بیان میں ان کی باتوں سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہیں ساتھ ہی بہت مفید اور نہایت احتیاط والی۔ فالحمد للہ۔

صرح کہتے ہیں محل کو۔ اور بلند اور اونچی عمارت کو۔ چنانچہ فرعون ملعون نے بھی اپنے وزیر ہامان سے یہی کہا تھا ینہامن ابنی لیتی صرّحاً یمن کے ایک خاص ممتاز اور بلند محل کا وہم بھی صرح تھا۔ اس سے مراد ہر وہ بناء ہے جو محکم، مضبوط، استوار اور قوی ہو۔ یہ بنا بلور اور صاف شفاف شیشے سے بنائی گئی تھی۔ دومتہ الجندل میں ایک قلعہ ہے۔ اس کا نام بھی مارد ہے۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ جب اس ملک نے حضرت سلیمان کی یہ رفعت، یہ عظمت، یہ شوکت، یہ سلطنت دیکھی اور اس میں غور و فکر کے ساتھ ہی حضرت سلیمان کی سیرت ان کی نیکی اور ان کی دعوت سنی تو یقین آ گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اسی وقت مسلمان ہو گئی اپنے اگلے شرک و کفر سے توبہ کر لی اور دین سلیمان کی مطیع بن گئی۔ اللہ کی عبادت کرنے لگی، جو خالق مالک، متصرف اور مختار کل ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنْ عِبُدُوا اللَّهَ
فَإِذَا هُمْ فَرِيقَيْنِ يَخْتَصِمُونَ ۖ قَالَ يَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ
بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۖ
قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ قَالَ طَابَ لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ
بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ۖ

یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو۔ پھر بھی وہ دو فریق بن کر آپس میں لڑنے لگے ۵۰ آپ نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! تم نیکی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں چارہ ہے ہو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کیوں نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۵۱ وہ کہنے لگے۔ ہم تو تیری اور تیری ساتھیوں کی بدگھوٹی لے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری بدگھوٹی اللہ کے ہاں ہے بلکہ تم تو فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو ۵۲

صالح علیہ السلام کی ضدی قوم: ☆☆ (آیت: ۴۵-۴۷) حضرت صالح جب اپنی قوم ثمود کے پاس آئے اور اللہ کی رسالت ادا کرتے ہوئے انہیں توحید کی دعوت دی تو ان میں دو فریق بن گئے۔ ایک جماعت مومنوں کی دوسرا گروہ کافروں کا۔ یہ آپس میں گتہ گتہ جیسے

اور جگہ ہے کہ منکبوں نے عاجزوں سے کہا کہ کیا تم صالح کو رسول اللہ مانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کھلم کھلا ایمان لائے ہیں۔ انہوں نے کہا بس تو ہم ایسے ہی کھلم کھلا فرمیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بجائے رحمت طلب کرنے کے اور عذاب مانگ رہے ہو؟ تم استغفار کرو تا کہ نزول رحمت ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا تو یقین ہے کہ ہماری تمام مصیبتوں کا باعث تو ہے اور تیرے یہ ماننے والے۔ یہی فرعونوں نے کلیم اللہ سے کہا تھا کہ جو بھلائیاں ہمیں ملتی ہیں ان کے لائق تو ہم ہیں لیکن جو برائیاں پہنچتی ہیں وہ سب تیری اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے ہیں۔

اور آیت میں ہے **وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ** الخ یعنی اگر انہیں کوئی بھلائی مل جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچ جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری جانب سے ہے تو کہہ دے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے یعنی اللہ کی قضاء و قدر سے ہے۔ سورہ یٰسین میں بھی اللہ کا اپنے نبیوں کو یہی کہنا موجود ہے **قَالُوا إِنَّا نَطْهَرُكَ إِنَّا بَاطِلُونَ** ہم تو آپ سے بدگلوئی لیتے ہیں۔ اگر تم لوگ باز نہ رہو تو ہم تو تمہیں سنگسار کر دیں گے اور سخت تکلیف دیں گے۔ نبیوں نے جواب دیا کہ تمہاری بدگلوئی تو ہر وقت تمہارے وجود میں موجود ہے۔ یہاں ہے کہ حضرت صالح نے جواب دیا کہ تمہاری بدگلوئی تو اللہ کے پاس ہے یعنی وہی تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔ بلکہ تم تو فتنے میں ڈالے ہوئے لوگ ہو۔ تمہیں آزما یا جا رہا ہے اطاعت سے بھی اور معصیت سے بھی اور باوجود تمہاری معصیت کے تمہیں وحیل دی جا رہی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے مہلت ہے اس کے بعد پکڑے جاؤ گے۔

وَكَاثِلَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةً رَهْطًا يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿٥٠﴾ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٥١﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مُكْرِهِمْ ﴿٥٣﴾ إِنَّا دَمَرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٤﴾ فَبِئْسَ بَؤْسُ بَيْوتِهِمْ خَاوِيَةٌ بِمَا ظَلَمُوا ﴿٥٥﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ وَانْحَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٧﴾

اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے ○ انہوں نے آپس میں بڑی قسمیں کھا کھا کر عہد کیا کہ رات ہی کو صالح اور اس کے گھر والوں پر ہم چھاپے ماریں گے اور اس کے وارثوں سے صاف کھد دیں گے کہ ہم اس کی اہل کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں ○ انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اور وہ اسے سمجھتے ہی نہ تھے ○ اب دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ کہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو غارت کر دیا ○ یہ ہیں ان کے مکانات جو ان کے ظلم کی وجہ سے اجڑے پڑے ہیں جو لوگ ظلم کرتے ہیں ان کے لئے اس میں برا نشان ہے ○ ہم نے ان میں جو ایمان لائے تھے اور پرہیزگاری کرتے تھے بال بال بچا لیا ○

اونٹنی کو مار ڈالا: ☆ ☆ (آیت: ۴۸-۵۳) شہر کے شہر میں نو فسادی شخص تھے جن کی طبیعت میں اصلاح تھی ہی نہیں۔ یہی ان کے

رو سا اور سردار تھے انہی کے مشورے اور حکم سے اونٹنی کو مار ڈالا گیا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ رعٰی، عرم، حرم، داب، صواب، مطع، قدر بن سالف۔ یہی آخری شخص وہ ہے جس نے اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی کچس کاٹی تھیں۔ جس کا بیان آیت فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ اور آیت إِذَا نَبَعَتْ أَشْقَاهَا میں ہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو درہم کے سکے کو تھوڑا سا کتر لیتے تھے اور اسے چلاتے تھے۔ سکے کو کاٹنا بھی ایک طرح کا فساد ہے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے جس میں ہے کہ بلا ضرورت سکے کو جو مسلمان میں رائج ہو، کاٹنا حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے الغرض ان کا یہ فساد بھی تھا اور دیگر فساد بھی بہت سارے تھے۔ اس ناپاک گروہ نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ راج رات کو صالح کو اور اس کے گھرانے کو قتل کر دو۔ اس پر سب نے حلف اٹھائے اور مضبوط عہد و پیمان کئے۔ لیکن یہ لوگ حضرت صالح تک پہنچیں اس سے پہلے عذاب الہی ان تک پہنچ گیا اور ان کا ستیاناس کر دیا۔ اوپر سے ایک چٹان لاڑھکتی ہوئی آئی اور ان سب سرداروں کے سر پھوٹ گئے، سارے ہی ایک ساتھ گر گئے۔ ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے خصوصاً جب انہوں نے حضرت صالح والی اونٹنی کو قتل کیا۔ اور دیکھا کہ کوئی عذاب نہیں آیا تو اب نبی علیہ السلام کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ مشورے کئے کہ چپ چاپ اچانک اسے اور اس کے بال بچوں اور اس کے والی وارثوں کو ہلاک کر دو اور قوم سے کہہ دو کہ ہمیں کیا خبر؟ اگر صالح نبی ہے تو وہ ہمارے ہاتھ لگنے کا نہیں ورنہ اسے بھی اس کی اونٹنی کے ساتھ سلا دو۔ اس ارادے سے چلے۔ راہ میں ہی تھے جو فرشتے نے پتھر سے ان سب کے دماغ پاش پاش کر دیئے۔ ان کے مشوروں میں جو اور جماعت شریک تھی انہوں نے جب دیکھا کہ انہیں گئے ہوئے عرصہ ہوا اور واپس نہیں لوٹے تو یہ خبر لینے چلے۔ دیکھا کہ سب کے سر پھینچے ہوئے ہیں، پیچھے نکلے پڑے ہیں اور سب مردہ ہیں۔ انہوں نے حضرت صالح پر ان کے قتل کی تہمت رکھی اور انہیں مار ڈالنے کے لئے نکلے لیکن ان کی قوم ہتھیار لگا کر آگئی اور کہنے لگی دیکھو اس نے تم سے کہا ہے کہ تین دن میں عذاب الہی تم پر آئے گا۔ تم یہ تین دن گزرنے دو۔ اگر یہ سچا ہے تو اس کے قتل سے اللہ کو اور ناراض کرو گے اور زیادہ سخت عذاب آئیں گے اور اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر تمہارے ہاتھ سے حق کے کہاں جائے گا؟ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔

فی الواقع ان سے نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام نے صاف فرما دیا تھا کہ تم نے اللہ کی اونٹنی کو قتل کیا ہے تو اب تین دن تک تو مزے اڑاؤ پھر اللہ کا سچا وعدہ ہو کر رہے گا۔ یہ لوگ حضرت صالح کی زبانی یہ سب سن کر کہنے لگے تو اتنی مدت کہہ رہے آؤ ہم آج ہی اس سے فارغ ہو جائیں۔ جس پتھر سے اونٹنی نکلی تھی اسی پہاڑی پر حضرت صالح علیہ السلام کی ایک مسجد تھی جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ جب وہ نماز کو آئے اسی وقت راہ میں ہی اس کا کام تمام کر دو۔ جب پہاڑی پر چڑھنے لگے تو دیکھا کہ اوپر سے ایک چٹان لاڑھکتی ہوئی آ رہی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے ایک غار میں گھس گئے۔ چٹان آ کر غار کے منہ پر اس طرح ٹھہر گئی کہ منہ بالکل بند ہو گیا۔ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں گئے؟ انہیں یہاں یہ عذاب آیا۔ وہاں باقی والے وہیں ہلاک کر دیئے گئے نہ ان کی خبر انہیں ہوئی اور نہ ان کی انہیں۔

حضرت صالح اور با ایمان لوگوں میں سے کسی کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور اپنی جائیں اللہ کے عذابوں میں گنوا دیں۔ انھوں نے مکر کیا۔ ہم نے ان کی چال بازی کا مزہ انہیں چکھا دیا۔ اور انہیں اس سے ذرا پہلے بھی مطلق علم نہ ہوسکا۔ انجام کار ان کی فریب بازیوں کا یہ ہوا کہ سب کے سب تباہ و برباد ہوئے۔ یہ ہیں ان کی بستیاں جو سنسان پڑی ہیں ان کے ظلم کی وجہ سے یہ ہلاک ہو گئے ان کے بارونق شہر تباہ کر دیئے گئے۔ ذی علم لوگ ان نشانوں سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم نے ایمان دار متقیوں کو بال بال چلایا۔

وَلَوْ طَأَّ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٦﴾
 أَيْبَكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ
 تَجْهَلُونَ ﴿٥٧﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا
 آلَ لُوطٍ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٥٨﴾

لو ط کا ذکر کر جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا یاد وجود دیکھتے بھالے کے بھیجی تم بدکاری کر رہے ہو؟ یہ کیا بات ہے کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس
 شہوت سے آتے ہو؟ حق یہ ہے کہ تم بڑی ہی نادانی کر رہے ہو کہ قوم کا جواب بجز اس کہنے کے اور کچھ نہ تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے شہر بدر کر دو۔ یہ تو بڑی
 پاکبازی کر رہے ہیں ○

ہم جنسوں سے جنسی تعلق: ☆ ☆ (آیت: ۵۳-۵۶) اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہا ہے کہ
 آپ نے اپنی امت یعنی اپنی قوم کو اس کے اس نالائق فعل پر جس کا قائل ان سے پہلے کوئی نہ ہوا تھا یعنی افلام بازی پر ڈرایا۔ تمام قوم کی یہ
 حالت تھی کہ مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے شہوت رانی کر لیا کرتی تھیں۔ ساتھ ہی اتنے بے حیا ہو گئے تھے کہ اس پابی فعل کو پوشیدہ
 کرنا بھی کچھ اتنا ضروری نہیں جانتے تھے۔ اپنے مجموعوں میں وہی فعل کرتے تھے۔ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے تھے۔ اس لئے
 آپ نے فرمایا کہ اپنی اس جہالت سے باز آؤ۔ تم تو ایسے گئے گنڈرے اور اتنے نادان ہوئے کہ شرعی پاکیزگی کے ساتھ ہی تم سے طبعی
 طہارت بھی جاتی رہی۔ جیسے دوسری آیت میں ہے أَتَأْتُونَ الذَّكَرَ الْغَلِيظَ الرَّاحِ الْغَلِيظَ مِنَ الْمَلْعُونِ الخ کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور عورتوں کو
 جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑے بنائے ہیں چھوڑتے ہو؟ بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔ قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ
 جب لوط اور لوط والے تمہارے اس فعل سے بیزار ہیں اور نہ وہ تمہاری مانتے ہیں نہ تم ان کی۔ تو پھر ہمیشہ کی اس بحث تکرار کو ختم کیوں نہیں کر
 دیتے؟ لوط علیہ السلام کے گھرانے کو دس نکال دے کر ان کے روزِ مزہ کے کچوکوں سے نجات حاصل کر لو۔

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٩﴾
 وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٦٠﴾ قُلْ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۚ اللَّهُ خَيْرُ
 مَا يَشْرِكُونَ ﴿٦١﴾

پس ہم نے اسے اور اس کی اہل کو بچر اس کی بیوی کے سب کو بچالیا۔ اس کا اندازہ تو باقی رہ جانے والوں میں ہم لگا ہی چکے تھے ○ اور ان پر ایک خاص قسم کی بارش
 برسادی۔ پس ان دھمکے ہوئے لوگوں پر بری بارش ہوئی ○ تو کہہ دے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے۔ کیا اللہ بہتر
 ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہرا رہے ہیں ○

(آیت: ۵۷-۵۸) جب کافروں نے پختہ ارادہ کر لیا اور اس پر جم گئے اور اجماع ہو گیا تو اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور اپنے
 پاک بندے حضرت لوط کو اور ان کی اہل کو ان سے اور جو عذاب ان پر آئے ان سے بچالیا۔ ہاں آپ کی بیوی جو قوم کے ساتھ ہی تھی وہ پہلے

سے ہی ان ہلاک ہونے والوں میں لکھی جا چکی تھی وہ یہاں باقی رہ گئی اور عذاب کے ساتھ تباہ ہوئی کیونکہ یہ انہیں ان کے دین اور ان کے طریقوں میں مدد دیتی تھی۔ ان کی بد اعمالیوں کو پسند کرتی تھی۔ اسی نے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی خیر قوم کو دی تھی۔ لیکن یہ خیال رہے کہ معاذ اللہ ان کی اس فحش کاری میں یہ شریک نہ تھی۔ اللہ کے نبی علیہ السلام کی بزرگی کے خلاف ہے کہ ان کی بیوی بدکار ہو۔ اس قوم پر آسمان سے پتھر برسائے گئے جن پر ان کے نام کندہ تھے ہر ایک پر اسی کے نام کا پتھر آیا اور ایک بھی ان میں سے بچ نہ سکا۔ ظالموں سے اللہ کی سزا دور نہیں۔ ان پر جہت ربانی قائم ہو چکی تھی انہیں ڈرایا اور دھمکایا چاکا تھا تبلیغ رسالت کافی طور پر ہو چکی تھی لیکن انہوں نے مخالفت میں جھٹلانے میں اور اپنی بے ایمانی پر اڑنے میں کمی نہیں کی۔ نبی اللہ علیہ السلام کو تکلیفیں پہنچائیں بلکہ انہیں نکال دینے کا ارادہ کیا۔ اس وقت اس بدترین بارش نے یعنی سنگ باری نے انہیں فنا کر دیا۔

(آیت: ۵۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ کہیں کہ ساری تحریفوں کے لائق فقط اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ اسی نے اپنے بندوں کو اپنی بے شمار نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں۔ اس کی صفیتیں عالی ہیں۔ اس کے نام بلند اور پاک ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجیں جیسے انبیاء اور رسول۔ حمد و صلوٰۃ کا ساتھ ہی ذکر آیت سُبْحٰنَ رَبِّكَ اِنْ تَسْبِيحُ میں بھی ہے۔ برگزیدہ بندوں سے مراد اصحاب رسول ہیں اور خود انبیاء علیہم السلام بطور اولیٰ اس میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ان کے تابعداروں کے بچا لینے اور مخالفین کے عارت کر دینے کی نعمت بیان فرما کر اپنی تحریفیں کرنے اور اپنے نیک بندوں پر سلام بھیجنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بطور سوال کے مشرکوں کے اس فعل پر انکار کیا کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ پاک اور بری ہے۔

الحمد للہ! اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے پارہ انیس بھی تکمیل کو پہنچا۔